حصہ اول

رسالہ

الاقتصاد فی مسایل الجہاد

جسکو

ابو سعید محمد حسین لاہوری ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ نے

تالیف کیا

اور

مختلف فرقہ ہاے اہل اسلام کے خواص و عوام نے

پسند کیا

اور

پنجاب کے نامور و معزز لفٹنٹ گورنر سر چارلس ایچسن صاحب بہادر کی سی ایس آئی وغیرہ وغیرہ نے اپنے نام نامی سے اسکا

ڈیڈیکیٹ ہونا منظور فرمایا

اور

اسمین مسئلہ جہاد کی ایسی تحقیق و شرح ہوئی ہے جسکی نظیر اسوقت تک کسی کتاب

مین جو اسباب مین تالیف و مطبوع ہو چکی مین پائی نہین گئی

وکٹوریہ پریس مین چھپا

تعداد جلد طبع اول (۱۰۰۰) قیمت عام (۱۰؍) خاص جو اہل وسعت مسلمانوں سے لیجاویگی (؎) محصول ڈاک علاوہ

التماس

ناظرین ہائمکین سے جو اصل اصول مسایل رسالہ "اقتصاد" کی نسبت بجواب استشہاد مندرجہ ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲ مشتہرہ نومبر سنہ ۱۸۷۹ء توافق رائے ظاہر فرما چکے ہیں اب اسکے تفصیلی مسایل اور اسکے دلایل کی نسبت اپنا توافق رائے ظاہر کریں اور اپنے نام نامی بخط واضح پوری تفصیل مقام و خطاب و عہدہ سے تحریر میں لا کر ہمارے پاس بھیجدیں۔ ہم ان ناموں کو بشمول رسالہ اقتصاد یا بذریعہ اشاعۃ السنۃ گورنمنٹ میں مشتہر کرینگے اور سلطنت انگلشیہ کی نسبت انکی وفاداری و اطاعت شعاری کو خوب شہرت دینگے

اور جنکو اس رسالہ کے کسی مسئلہ یا دلیل کی نسبت کوئی علمی یا مذہبی اعتراض ہو وہ اپنے اعتراض سے مؤلف کو آگاہ کریں ان کے اعتراض کا جواب جسطرح وہ چاہیں (خفیۃً یا علانیۃً) دیا جائیگا اور ان کے نام کا ہرگز کہیں ذکر نہوگا۔

واللہ علی ذلک شہید وکفی باللہ شہیدا وکفی باللہ وکیلا

حصّہ اوّل

الاقتصاد فی مسائل الجہاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الہادی من استہداہ الواقی من اتقاہ والصلوٰۃ والسلام

خدا کا شکر ہے جو طالبان ہدایت کو راہ دکھاتا ہے اور پرہیزگارون کو عذاب سے بچاتا ہو اور

علی رسولہ الذی خصہ بالحنیفیۃ السمحۃ من بین جمیع من بناہ و

اُسکے رسول پر اُسکی رحمت وسلام ہو جسکو اُسنے اپنے تمام رسولون سے یکسو وآسان دین کے ممتاز

علی آلہ واصحابہ الذین کمل اللہ بہم امر رشدہ وھداہ ٭

فرمایا اور آپ کے آل و اصحاب پر جنکے ذریعہ سے خدا نے اپنے ارشاد وہدایت کو کامل کیا ٭

امابعد یہ رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد مینے دو غرضین پیش نظر رکھکر تالیف

کیا ہے - اوّل یہ کہ نا واقف اہل اسلام جہاد کے متعلق مسایل و شروط اسلام

سے واقف ہون اور اقوام غیر سے جنگ کرنے کو صرف اس نظر سے کہ وہ مخالف

اسلام مین شرعی جہاد سمجھکر اسمین شامل ہونے کو دین نہ سمجھلین - جبتک کہ اس

جنگ مین اُن شرائط کا وجود جو شرعی جہاد کے لئے اسلام مین مقرر مین ثابت

ذکر لین اور اس تحقیق شرایط و علم مسایل کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ بلوے وفساد سے بچے رہین ۔ اپنے جان ومال کو بے موقع تلف کرین ۔ اور لوگون کی ناحق خونریزی کرین ۔ دوسری غرض یہ کہ اقوام غیر اور گورنمنٹ جنکے ظل حمایت مین اہل اسلام ہندآباد ہین اہل اسلام کی نسبت یہہ گمان نکرین کہ صرف مذہبی مخالفت کی نظر سے اقوام غیر کے ساتھ لڑنا اور اُن کے جان ومال سے تعرض کرنا اور لوگون کو جبراً مسلمان بنانا اور زور شمشیر سے اسلام پھیلانا ان کے مذہب اسلام کی ہدایت سے ہے ان دونو غرضون کا نتیجہ یہہ ایک غرض ہے کہ حاکم ومحکوم اور عام رعایا اور خاص اہل اسلام مین رابطہ اتحاد* پیدا ہو اور ملک مین ہمیشہ امن وامان قایم رہے *

یہ رسالہ مینے ۱۸۷۶ء مین تالیف کیا اور اسمین علماء اسلام کی رائین لینے اور اُن کا توافق رائے حاصل کرنے کے لئے لاہور سے عظیم آباد پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہ ہائے اسلام کو یہ رسالہ حرف بحرف سُنا کر اُنکا توافق رائے حاصل کیا اور بعض بلاد ہندوستان وپنجاب مین (جہان راقم خود نہین جا سکا) اس رسالہ کی متعدد کاپیان بھیجکر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا پھر ۱۸۷۹ء مین اس رسالہ کے اصل اصول مسایل کو بضمن ضمیمہ نمبر ۱۱ جلد ۲ رسالہ اشاعۃ السنۃ بعنوان استشہاد عام لوگون مین شایع کیا اور اس مین عام اہل اسلام کو ان مسایل مین اپنی آرا ظاہر کرنے کا موقع دیا

* امور دنیا مین اتحاد ۔ گو مذہب مین اختلاف ہو ۔

جسپر بہت سے مواضع ہندوستان و پنجاب کے (جہان وہ ضمیمہ پہونچا) صدہا عوام و خواص نے اُن مسایل کی نسبت اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا اور اصل رسالہ "اقتصاد" کی طبع و اشاعت کی نسبت کمال شوق ظاہر فرمایا ان کے اس شوق کو بڑہانے اور عام ناواقفون کے خیال مین ان مسایل کی خوبی جمانے کی نظر سے مین اس رسالہ کی طبع و اشاعت کو معرض التوا مین ڈالتا گیا اُس اثنا مین ان مسایل کا استحسان بخوبی ہوگیا اور برادران اہل اسلام کا شوق طبع رسالہ بھی اپنی حد کمال کو پہونچا اسلئے مین اَب اس رسالہ کی اشاعت کو مناسب سمجھتا ہون - قبل بیان شروط و مسایل جہاد ایک تمہید کا بیان ضروری ہے -

وہ تمہید یہ ہے

جہاد (جو اسلام و مسلمانون مین ایک رکن عظیم مانا جاتا ہے) **دو قسم ہے** ملکی و مذہبی **ملکی جہاد**٭ (جسکو ملکی لڑائی بھی کہا جاتا ہے) کے اصول و اغراض اہل اسلام کے نزدیک بھی وہی مقرر و مسلم ہین جو ہر ایک صاحب شوکت قوم یا ریاست یا سلطنت مین تسلیم کئے جاتے ہین یعنے اپنا (یا یون کہو کر اپنی قوم کا)

٭ ملکی وہ جہاد ہی جس سے ملک گیری مقصود ہو - مذہب مخالفین سے اسکو کوئی تعلق نہو وہ مسلمانون سے بھی ویسا ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ مخالفین اسلام سے - مذہبی جہاد وہ ہے جس مین مذہب اسلام کا تحفظ مد نظر ہو اور وہ ان لوگون سے کیا جاتا ہے جو مسلمانون کے مذہب مین دست اندازی کرین اور مسلمانون کو تکلیف دین +

بول بالا چاہنا اور دوسرون کو اپنے ماتحت کرنا اور اس ذریعہ سے عامہ خلایق مین حفظ و امن قایم کرنا اس جہاد (یا لڑائی) مین فریق مقابل کے مذہب کا ہرگز لحاظ نہین ہوتا جو لوگ ذی شوکت اہل اسلام کی اطاعت سے خارج ہون (مسلمان ہون خواہ اقوام غیر) اُن سے وہ لڑتے ہین چنانچہ عام اہل شوکت اپنے باغیون اور مخالفین سلطنت سے لڑتے ہین اور اپنی قومی جمعیت اور سلطنت قایم کرتے ہین اسی نظر سے اس جہاد کو ملکی لڑائی کہا جاتا ہے۔

ان اصول کی تسلیم و عدم تسلیم مین مسلمانون اور اقوام غیر مین کچھ فرق نہین ہے ہان فرق ہے تو اسقدر ہے کہ اور لوگ ان اصول و اغراض کو دنیاوی سمجھتے ہین۔ مسلمان اپنے اور امور دنیاوی (کھانے پینے خریدنے اور فروخت کرنے) کی طرح ان اصول کو بھی داخل دین اور موجب ثواب سمجھتے ہین اور ان کے مذہب مین ان اصول کے قائم رکھنے اور ان اغراض کے پورا کرنیکی بابت بھی ویسی ہی ہدایتین آچکی ہین جیسے کہ ان کے اور مذہبی اور دنیاوی امور کی بابت ہدایتین آچکی ہین *

مذہبی جہاد (یا لڑائی) کے اصول و اغراض حفظ و حمایت اسلام اور مدافعت ضرر مخالفین اسلام ہے یہ ان مخالفین اسلام سے کیا جاتا ہے جو مذہب اسلام کے مزاحم ہون مسلمانون کو مذہبی لحاظ سے ستاوین انکی مذہبی آزادی مین دست اندازی کرین اس جہاد مین اپنے مذہب و اہل مذہب کے بچاؤ و محافظت کے علاوہ دوسرے

مذہب والون سے جابرانہ مزاحمت کرنا اکسیکو زبردستی مسلمان کرنا یا انکو پہلے مذہب کی سزا دینا (مار ڈالنا یا لوٹ لینا) مدنظر و اصل مقصود نہین ہوتا۔

ان دونو قسم کے جہاد کے لئے مذہب اسلام ہین ایسے شروط و مواقع مقرر ہین جنسے سرموئے بھی تجاوز کرنے سے جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) جہاد نہین رہتا بلکہ فتنہ و فساد کہلاتا ہے +

ہم اس مقام مین ملکی جہاد کے شروط و مسایل سے تعرض کرنا نہین چاہتے اور نہ اسکی چندان ضرورت دیکھتے ہین صرف مذہبی جہاد کے احکام و شرایط معہ ان کے نتایج کے بضمن چند مسائل بیان کرتے ہین - کیونکہ ایسین ناواقف مسلمان اکثر احکام اسلام کا خلاف کرتے ہین اور اسی مین ناواقف اقوام اصل اسلام و مسلمانون پر بدظنی کرتے ہین +

پہلا مسئلہ

مذہبی جہاد اصول مقاصد اور اصلی مطالب خداوندی سے نہین ہے جو مخلوق کے پیدا کرنے اور انبیاء کے بھیجنے سے منظور الٰہی ہین بلکہ اصل مقصود پیدایش مخلوق و بعثت رسولون سے خدا کی عبادت و ذکر ہے جہاد صرف اس عبادت و ذکر کو قایم رکھنے کا ذریعہ ہے - حق تعالی نے فرمایا ہے مینے جنون اور آدمیون کو کسی کام کے لئے بجز اپنی عبادت کے پیدا نہین کیا

وماخلقت الجن والانس الا

اور فرمایا کہ ان کو بجز اس کے کچھ

لیعبدون (ذاریات ع ۳)
وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین
لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ
ویوتوا الزکوۃ (بنیۃ ع ۱)
الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم
ایکم احسن عملا ط (ملک ع ۱)
وفسر السنتہ ان افضل الاعمال و
احبها الی اللہ العبادۃ والذکر۔ فعن
بن مسعود رض قال سالت النبی صلے
اللہ علیہ وسلم ای الاعمال احب الی
اللہ قال الصلوۃ لوقتہا قلت ثم ای
قال بر الوالدین قلت ثم ای قال الجہاد
فی سبیل اللہ رواہ الشیخان (مشکوۃ ص ۵)
وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلعم
الا انبئکم بخیر الاعمال وازکاها عند ملیککم

کچھ حکم نہین ہوا کہ وہ خدا کی خالص عبادت
کرین اور نماز قایم کرین اور زکوۃ
دین ٭
اور فرمایا خدا نے تمکو اسلیئے پیدا کیا اور
مارتا ہے کہ تم مین سے نیکوکار معلوم ہون
آنحضرت صلعم نے اسکی تفسیر مین فرمایا ہی
کہ سب کامون سے افضل خدا کی عبادت
ذکر ہے۔ ابن مسعود رض نے آپ سے پوچھا
کہ خدا کو سب عملون سے زیادہ پیارا کونسا
عمل ہے تو آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے
وقت پر پڑھنا پھر کون سا عمل آپ نے فرمایا
ماباپ سے نیکی کرنا کہا اسکے بعد کونسا
عمل آپ نے فرمایا خدا کی راہ مین جہاد *
کرنا۔ ابو درداء نے روایت کیا ہی کہ
آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ مین تمکو سب عملون سی

* اس حدیث مین آنحضرت ؐ نے جہاد کو (جو بلا شروط مقررہ جائز ہی نہین) وقت پر
نماز پڑھنے اور ماباپ کے ساتھ احسان کرنے سے کم رتبہ ٹھہرایا ٭

وارفعها فی درجاتکم وخیر لکم من
انفاق الذهب والفضة وخیر لکم
من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم
ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال
ذکر الله رواه مالك واحمد والترمذی
(مشکوٰة صـ۱۹۰)

وعن ابی سعید الخدری ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم سئل ای الاعمال
افضل وارفع درجة عند الله یوم
القیمة قال الذاکرون الله کثیراً والذاکرات
قیل یا رسول الله ومن الغازی فی
سبیل الله قال لو ضرب بسیفه فی الکفار
والمشرکین حتی تنکسر ویختضب دماً فان
الذاکر لله افضل منه درجة رواه
احمد والترمذی (مشکوٰة صـ۱۹۰)

بہتر اور خدا کی نزدیک پاکیزہ تر اور درجات
مین سب سے برتر اور چاندی سونا خرچ کرنے
اور دشمن سے* لڑکر اسکی گردن کاٹنی اور
اپنی کٹوانے سے بہتر نہ بتاؤن لوگون
نے عرض کیا کیون نہین بتایئے آپ نے
فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے -

ابو سعید خدری نے روایت کیا ہے کہ
آنحضرت سے کسینے سب عملون سے افضل
اور درجہ مین بالاتر عمل کا سوال کیا تو آپ نے
ذکر کرنیوالون کا حال بیان فرمایا سایل
نے پوچھا کہ وہ خدا کی راہ مین لڑنیوالون سے
بھی بہتر ہے آپ نے فرمایا ہان اگرچہ
لڑنے والا مشرکین پر* تلوار توڑ ڈالے اور
خون مین رنگا جائے تو بھی ذکر والا
اس سے افضل ہے +

* ان ہی شروط سے جو جہاد کے لئے مقرر ہین - بلا وجود شرائط کبھی جہاد شرعی نہین
کہلاتا - اور نہ اسپر اجر کی امید ہے +

وعن معاذ قال قال رسول الله صلعم
یا معاذ ہل تدری ما حق الله علی
عبادہ وما حق العباد علی الله قلت الله
ورسوله اعلم قال حق الله علی العباد
ان یعبدوه ولا یشرکوا به شیئا وحق
العباد علی الله ان لا یعذب من لا یشرك
به شیئا - رواه الشیخان - (مشکوة صـ)

وعن ابی ہریرة قال قال رسول الله صلعم
من امن بالله ورسوله واقام الصلوة
وصام رمضان کان حقا علی الله ان
یدخله الجنة جاہد فی سبیل الله
او جلس فی ارضه التی ولد فیها قالوا
افلا نبشر به الناس قال ان فی الجنة
مایة درجة اعدها الله للمجاہدین الخ
رواه البخاری - (مشکوة صـ۳۳۱)

معاذ بن جبل سے آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ
کیا تو جانتا ہے خدا کا حق بندون پر کیا ہے
اور بندون کا حق خدا پر کیا ہے انہون نے
عرض کیا کہ خدا اور رسول خوب جانتے
ہین آپ نے فرمایا خدا کا حق بندون پر
یہ ہے کہ وہ اسکی عبادت کرین اور کسیکو
اسکا شریک نہ بناوین اور بندون کا
حق خدا پر یہہ ہے کہ پھر وہ انکو عذاب
نکرے - ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خدا اور رسول پر
ایمان لایا اور نماز روزہ کو اُسنے ادا کیا
اسکا خدا پر حق ہو چکا کہ اسے بہشت مین
داخل کرے خواہ وہ خدا کی راہ مین لڑا
ہو خواہ اسی جگہ بیٹھ رہا ہون جہان وہ پیدا
ہوا لوگون نے عرض کیا کہ یہ خوشخبری
ہم لوگون مین سناوین آپ نے فرمایا بہشت مین سو درجہ ہین جو مجاہدین کے لئے تیار
ہین یعنے وہ جہاد کرین گے تو ان درجون کو پائین گے ۔

اس فقرۂ اخیر حدیث ابوہریرہ مین جو مجاہدین کے لئے بشارت وارد ہے ایسا ہی جو اور روایات مین جہاد پر اجر و ثواب اور ترک جہاد پر ناخوشی اور وعید عذاب وارد ہے ہمارے مسئلہ اوّل کے مخالف نہین کیونکہ یہہ اسی صورت مین ہے کہ عبادت و ذکر سے مسلمان روکے جائین اور جہاد کی ضرورت آپڑے چنانچہ مسئلہ دوم مین اسکی خوب تشریح ہوگی +

نتیجہ مسئلہ اولے

اس مسئلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کمال اور مسلمانون کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہین مسلمانون کو اگر دین سے روک نہو تو صرف عبادت سے ان کی نجات و کمال ایمان متصور ہے - لہذا اقوام غیر کا مسلمانون کی نسبت یہ گمان کہ جو ان مین پکّا اور مذہب کا سچّا ہوگا وہ اپنے مخالفین مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوگا - محض غلط و بہتان ہے جو مذہب اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے +

دوسرا مسئلہ

مذہبی جہاد نہ اس غرض سے مشروع ہے کہ کافرون* کو دنیا مین کفر کی سزا دین

* کافر معنی منکر ہے - اور یہ لفظ اس معنی کر نسبتی اور ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک فرقہ کو بھی کافر اس مذہب کے جس سے وہ منکر ہو کافر کہا جا سکتا ہے - حتی کہ مسلمان خود اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کا کافر یعنی منکر کہتے ہین - حضرت ابراہیم اور انکے اصحاب نے اپنے مخالفون کو کہا ہو کہ ہم تمہارے کافر یعنی منکر ہین کفرنا بکم - ممتحنہ ع (۱) - فمن یکفر بالطاغوت بقرہ ع ۳۴ خدا نے فرمایا - جو طاغوت کا کافر ہوا اسنے مضبوط رسی اسلام کو

اور نہ اس غرض سے ہے کہ ان کو جبراً مسلمان کرین اس جہاد سے غرض جو خدا اور رسول کی کلام سے سمجھ مین آتی ہے یہ ہے کہ مسلمانون کو مخالفین مذہب کی مزاحمت* بیجا سے بچاوین اور خدا کی عبادت کا (جو مخلوق کی پیدایش اور رسولون کی بعثت سے مقصود خداوندی ہے) راستہ صاف کرین - اور اس راستہ سے روکنے والون کو راستہ سے ہٹاوین حق تعالی نے فرمایا ہے خدا کی راہ

وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین (بقر ع ۲۴)	مین ان لوگون سے لڑو جو تم سے لڑتے ہین اور اس سے آگے نہ بڑہو خدا حد سے بڑھنے والون کو دوست نہین رکھتا *
قالوا وما لنا ان لا نقاتل فی سبیل الله وقد اخرجنا من دیارنا وابناءنا (بقر ع ۳۲)	اور قوم شمویل کی نقل فرمایا ہی کہ انہون نے اپنی نبی کو کہا ہم خدا کی راہ مین کیون نہ لڑینگے

* ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین کہا ہے کہ جہاد سے مقصود نہ صرف امتحان مکلفین ہی بلکہ

المقصود منہ (ای الجهاد) لیس مجرد ابتلاء المکلفین بل اعزاز الدین ودفع شر الکفار عن المومنین بدلیل قوله تعالی وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله - (فتح القدیر ص ۲۹۳ جلد ۲)	دین کو (یعنے اہل اسلام کو) عزت دینا اور مسلمانون سے کفار کی تکلیف دہی کو روکنا اس ہی مقصود ہی پیر خدا تعالی کا یہ قول دلیل ہی کہ تم کفار (تکلیف دہندون) سے لڑو تا کہ مسلمانون کو تکلیف نہو اور دین سبھی خدا کا ہو (یعنے اسکا کوئی مزاحم نہ ہے)

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ
والمستضعفین من الرجال والولدان
الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ
القریۃ الظالم اھلہا (نساء ع ۱۰)
ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون
سواءً فلا تتخذوا منہم اولیاء حتے
یہاجروا فی سبیل اللہ - فان تولوا فخذوھم
واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا
منہم ولیاً ولا نصیراً الا الذین یصلون
الی قوم بینکم وبینہم میثاق او جاؤکم
حصرت صدورھم ان یقاتلوکم او
یقاتلوا قومہم ولو شاء اللہ لسلطہم
علیکم فلقاتلوکم فان اعتزلوکم ولم
یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ
لکم علیہم سبیلا (نساء ع ۱۲)
الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد
کبیر (انفال ع ۱۰)

جب ہم اپنے گھرون اور اولاد سے نکالے گئے
ہین اور مسلمانون کو مخاطب ہو کر خود فرمایا تمکو
کیا ہوا ہے تم خدا کی راہ مین اور عاجز
لوگون اور بچون کے لئے جو کہتے ہین خدایا
ہمکو اس ظالمون کی بستی سے نکال نہین لڑتے
اور فرمایا مکہ اور اسکے اطراف کی کافر چاہتے
ہین تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پس ایک جیسے
ہو رہو - تم انکو دوست نہ بناؤ جبتک وہ خدا
کی راہ مین وطن نہ چھوڑین (یہ لوگ تمہارے
دشمن) تمہاری دوستی سے منہ پھیرین تو
انکو پکڑو اور جہان پاؤ مارو بجز ان کے جو تمہارے
عہد پیمان والون سے جا ملین یا وہ تم سے اور تمہارے
دشمنون دونو سے لڑنیکو پسند نہ کرین خدا چاہتا
تو انکو تم پر مسلط کرتا اور وہ تم سے لڑتے اب جو وہ تم سے
کنارہ کرین اور تم سے نہین لڑتے اور صلح کا پیام
دیتے ہین تو خدا نے ان پر تمکو لڑنیکا راستہ نہین دیا اور
فرمایا تم ظالمون سے نہ لڑو گے تو زمین مین بڑا فتنہ اور فساد پھیلیگا

ان اللہ یدافع عن الذین امنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفور - اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علے نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا ط

(الحج ع ۶)

والذین اذا اصابہم البغی ہم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ ان اللہ لا یحب الظالمین (شوریٰ ع ۴)

اور فرمایا خدا مسلمانون سے ایذا کو روکتا ہے وہ ناشکر خائنون کو پسند نہین کرتا جن سے ظالم لوگ لڑتے ہین انکو مظلوم ہونیکے سبب لڑنے کی اجازت ہے خدا انکی مدد پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گھرون سے ناحق نکالے گئے ہین اسی بات کے سبب کہ انہون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے - اور اگر خدا لوگون کو ایکدوسرے سے نہ بچاوے تو گرجے (عیسائیون کے چرچ) یہودیون کے عبادتخانے اور مسلمانون کی مسجدین جنمین خدا کا نام لیا جاتا ہے سبھی ڈھائی جائین اور خدا نے اپنے نیک بندون کی تعریف مین فرمایا ہے جب اُنپر کوئی سرکشی کرتا ہے تو وہ اُنسے بدلہ لیتے ہین اور برائی کا بدلہ اسکی برابر ہے پر جو معاف

بنا: اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ مذہبی جہاد سے نہ صرف مسلمانون اور انکی مسجدونکی حفاظت مقصود خداوندی ہے - بلکہ عیسائیون اور یہودیون اور انکے عبادت خانون کی حفاظت بھی مقصود خداوندی تھا اور اسی غرض و مقصود سے یہودیون نے بھی مذہبی جہاد کیا تھا - اور جو مذہبی لڑائی اورشلیم (بیت المقدس) مین ہوئی تھی اُسمین عیسائی بھی جہادی تھے لیکن اصل مذہبی جہاد اسکی غرض کہ اسلام و مسلمانون کو نقصان پہنچائین

لاینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولہم فاولئک ھم الظالمون۔ (الممتحنہ ۶ ۲)

کرے اور سنوارے اسکا اجر خدا پر ہے خدا ظالمون سے خوش نہین ہے اور فرمایا خدا تمکو ان لوگون سے سلوک و احسان کرنے سے مانع نہین جو تم سے دین کے سبب نہین لڑے اور تم کو تمہارے گھرون سے نہین نکالا خدا انصاف والون سے خوش ہے تم کو انہی لوگون کے ساتھ سلوک اور دوستی سے خدا روکتا ہے جو تم سے دین کے سبب لڑتے ہین اور تمہارے دشمنون کو تم پر مدد دے چکے ہین جو ان کو دوست سمجہین گے وہ ظالم ہین ٭

ان آیات مین صاف صاف بیان ہوا ہے کہ یہہ جہاد اسی غرض سے شروع ہوا ہے کہ مسلمان آزادی سے خدا کی عبادت کرین اور ان کے مخالف انکو عبادت وغیرہ شعایر اسلام سے نہ روکین اور وہ انہی لوگون سے مخصوص ہے جو مسلمانون سے لڑین اور ان کے مذہب مین دست اندازی کرین +

اس امر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور بھی تشریح سے بیان کیا ہے اور ان لوگون کو مذہبی جہاد و قتل سے مستثنےٰ کر دیا ہے جنے مسلمانون کے ساتھ لڑنے اور ان کے مذہب دست اندازی کرنے کا

اندیشہ نہین ہے ٭

از انجملہ اقوام غیر کی مستورات ہین جو لڑائی مین شریک و معاون نہون اور کسی کے مذہب سے تعرض نکرین۔

از انجملہ ان کے بڈھے لوگ ہین جنکو لڑنے یا لڑانے سے بحث نہو۔

از انجملہ چرچون کے گوشہ نشین لوگ جنکو اپنے ذکر و شغل سے مطلب ہو نہ کسی کے مذہب سے

از انجملہ قلی لوگ جنکو اپنی مزدوری کی کام ہوتا ہے نہ کیلیے کفر یا اسلام سے

از انجملہ وہ لڑکے جو لڑائی کے لایق نہین ہوتے باوجودیکہ وہ کفر کے عقاید رکھتے ہین چنانچہ حضرت رباح (یا رباح) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے ایک لڑائی مین ایک عورت کو مقتول پایا تو یہ ارشاد فرمایا کہ یہہ تو لڑائی نکرتے تھے (یعنے اسکو کیون مارا) اس لڑائی مین کمان افسر خالد بن ولید تھے ان کو حکم دیدیا کہ نہ کسی عورت کو مارین نہ کسی شودر کو ایسا ہی حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

فعن الرباح بن الربیع قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی غزوۃ فرای الناس مجتمعین علی شئی فبعث رجلاً فقال انظر ما اجتمع ہولاء فجاء فقال علی امرأۃ قتیل فقال ما کانت ہذہ لتقاتل قال وعلی المقدمۃ خالد بن الولید فبعث رجلا فقال قل لخالد لا

تقتلن امرءۃ ولا عسیفاً (رواہ ابوداؤد
ص۶ ج۲ وابن ماجہ ص۲۱۵)

وعن ابن عمر قال وجدت امرءۃ مقتولۃ
فی بعض مغازی النبی صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم فنہی عن قتل النساء والصبیان
(رواہ البخاری ص۴۲۳ ومسلم ص۸۴ ج۲)

وعن انسؓ ان رسول اللہ صلعم قال
انطلقوا بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول
اللہ ولا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلاً
صغیراً ولا امرءۃ الحدیث (رواہ ابوداؤد
ص۱۵۱ ج۱) - وعن بریدۃ کان رسول اللہ
صلعم اذا امر امیراً قال لہ لا تقتلوا
ولیداً الحدیث (رواہ مسلم ص۸۲ ج۲)
وعن ابن عباس ان النبی صلعم قال لا تقتلوا
الولدان ولا اصحاب الصوامع (رواہ
احمد کذا فی الدرایۃ والنیل) وقد
ہمتنع رسول اللہ صلعم ومنع امتہ عن قتل

امت کو فرمایا کہ نہ بہت بڈھے کو (یعنے
جو لڑائی کے کام کا نہ رہا ہو) ماریو نہ
لڑکے کو نہ عورت کو ایسا ہی ہر ایک
کمان افسر کو حکم دیتے جب اسکو لڑائی
مین بھیجتے چنانچہ بُریدہ نے آپ سے
روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ
نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بچون کو
مارو نہ ان لوگون کو جو صومعون
(حجرون) مین رہتے ہین یہی وجہ
ہے کہ جب آپ کسی قوم پر چڑھائی کرتے
تو وقت صبح کے منتظر رہتے پھر
جب وہان سے اذان صبح کی آواز
سُنتے تو ان پر حملہ کرنے سے رُک جاتے
یہ حضرت انسؓ نے آنحضرت صلعم سے
روایت کیا ہے اور حضرت عصام مزنی
نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے انکو

احدًا من اهل قرية يرى فيها مسجد او يسمع منها صوت اذان - فعن انس ان النبي صلعم كان اذا غزى بنا قوماً لم يكن يغير بنا حتى يصبح و ينظر فان سمع اذاناً كف عنهم الحديث رواه البخاري ص٨٦) وعن عصام المزني قال بعثنا رسول الله صلى الله عليه و اله وسلم في سرية فقال اذا رايتم مسجداً او سمعتم موذناً فلا تقتلوا احداً - (رواه ابوداود ص٣٥٣ والترمذي ص٢٠٠)

ایک لڑائی مین بھیجا تو ان کو بھی یہی ارشاد کر دیا کہ جہان تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو وہان کسی کو نہ مارو (یعنے وہان کافر بھی رہتے ہون تو ان کو نہ مارو کیونکہ وہ مسلمانون کو مسجد بنانے اور اذان کہنے سے مانع نہین تو بلحاظ مذہب قتل کے مستحق نہین) -

ان اقوال نبوی سے مطلب آیات قرانیہ کی جو ہمنے بیان کیا ہے خوب تشریح ہوئی اور یہہ بات ثابت ہوگئی کہ مذہبی جہاد مسلمانون سے مذہبی روک ٹوک ہٹانیکو ہے نہ کافرون کو دنیا مین سزا کفر پہنچانے کو - یہ ہوتا تو حکم قتل وجہاد لڑنے والے کفار سے مخصوص نہوتا - سبھی کافرون (بڈھون - عورتون - قلیون - نابالغ بچون خانہ نشینون - مسجدون اور اذانون سے تعرض نہ کرنے والون) کو تیغ کرنیکا حکم ہوتا - علی الخصوص راہبون اور چرچ والون کو جو مذہب عیسائی کے لیڈر ممبر ہین +

اب رہا ثبوت اس امر کا کہ یہ جہاد کافرون کو جبراً مسلمان بنانے اور زبردستی دین اسلام پھیلانے کے لئے نہین ہے سو دلایل ذیل سے بخوبی ہوتا ہے

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا
مومنین۔(یونس ع ۱۰)
لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔
(بقرع ۳۴)

خدا تعالی فرماتا ہے کیا تو لوگون کو زبردستی
مسلمان بنانا چاہتا ہے۔اور فرمایا دین
مین زبردستی نہین ہے۔ہدایت گمراہی
سے ممتاز ہوچکی ہے۔

حضرت انسؓ ان آیات کے بیان شان نزول مین فرمایا ہے کہ انصار مین کوئی

روی ابن جبیر عن ابن عباس رض قال
کانت المرأۃ تکون مقلاۃ فتجعل علی
نفسها ان عاش لها ولد ان تہودہ
فلما اجلیت بنو النضیر کان فیهم من ابناء
الانصار فقالوا لا ندع ابناءنا فانزل
الله عز وجل لا اکراہ فی الدین قد تبین
الرشد من الغی (رواہ ابوداؤد ط ۲۹)
زاد فی المعالم فقال رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم قد خیر
اصحابکم فان اختاروکم فهم منکم
وان اختاروهم فاجلوهم معهم
وقال مجاهد کان الناس مسترضعین

عورت لاولد ہوتی تو وہ یہہ منت مانتی کہ
اگر میرا بچہ زندہ رہا تو مین اسکو یہودی
بناؤن گی۔پھر جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہود بنی نضیر کو (جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے) اطراف
مدینہ سے جلا وطن کرنا چاہا تھا تو ان
بچون کی نسبت یہودیون اور انکے
وارثون انصار کا جھگڑا ہوا۔انصار
نے یہ دعوے کیا کہ یہہ ہماری اولاد
مین ہم ان کو جانے نہ دین گے اسپر
یہہ آیات نازل ہوئین یہ ابوداؤد کی
روایت ہے تفسیر معالم مین کہا ہے

فی الیہود من الاوس فلما امر النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم باجلاء بنی النضیر قال الذین کان لو امسترضعین فیھم لنذھبن معھم ولنذینن بدینھم فمنعوھم اھلوھم فنزلت لا اکراہ فی الدین الخ (معالم ص۱۲۴)

کہ اس موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگون کو اختیار ملگیا ہے یہ تمکو پسند کرین تو تم مین سے ہین - یہودیون کو پسند کرین تو انکے ساتھ یہ بھی جلا وطن ہون -

اس تفصیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جبراً مسلمان کرنا خدا کو پسند نہین ہے - یہ ہوتا تو جبر کا یہ عمدہ موقع تھا ان انصار کے لڑکون کو اپنے پاس رکھ لینے کا بظاہر خاصہ بہانہ تھا - ان مسایل کے شواہد آیندہ مسایل کے ضمن مین بھی آوینگے - انشاء اللہ تعالی ،

نتایج مسئلہ دوم

مسئلہ دوم اور اسکے دلایل آیات و احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اقوام غیر کا مذہب اسلام کی نسبت یہ گمان کہ وہ صرف مذہبی ناگواری سے لڑنا سکھاتا اور جبراً اپنی تسلیم و اشاعت چاہتا ہے غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی

(۲) ایسا ہی بعض ناواقف مسلمانون کا ہر ایک مخالف مذہب سے صرف مخالفت مذہبی کی نظر سے لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا اچھا (جیسا کہ سرحدی ناواقف مسلمانون کا دستور ہے) غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی

(۳) جو مخالفین اسلام کسی کے مذہب سے تعرض کرنا جایز نہ سمجھین - اور اس

امر کو خواہ بمقتضاے مداہنت خواہ بہدایت مذہب خواہ بحکم عقل واصول سلطنت بہت برا سمجھیں (جیساکہ برٹش گورنمنٹ کا حال وحال ہی) اُنسے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جایز نہین +

تیسرا مسئلہ

جس شہر یا ملک مین مسلمانون کو مذہبی فرایض ادا کرنیکی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک **دارالحرب** نہین کہلاتا - پھر اگر وہ دراصل مسلمانون کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اُسپر تغلب سے **تسلّط** پالیا ہو (جیساکہ ملک ہندوستان ہے) توجب تک اُسمین اداے شعایر اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم **دارالاسلام** کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ و تسلّط مین ہو مسلمانون کو اُن ہی لوگون کی طرف سے اداے شعایر مذہبی کی آزادی ملی ہو تو وہ بھی دار الاسلام اور کم سے کم **دارالسّلم* والامان** کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے - ان دونو حالتون اور نامون کی وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانون کو چڑہائی کرنا اور اسکو جہاد مذہبی سمجھنا جایز نہین ہے - اور جو مسلمان اس ملک یا شہر مین باامن رہتے ہون انکو اس ملک یا شہر سے **ہجرت** کرنا واجب نہین بلکہ اور ملکون یا شہرون سے (مشرک کیون نہون) جہان انکو امن و آزادی حاصل نہو ہجرت کرکے اس ملک مین آرہنا موجب قربت و ثواب ہے +

* سلم بکسر سین یعنی صلح ضد جنگ -

اس شہر یا ملک پر چڑھائی نہ کرنے کے دلایل بہ ضمن مسئلہ دوم گذر چکے ہین کہ جہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی مسجد دیکھتے یا وہان سے اذان کی آواز سنتے وہان حملہ نہ کرتے اور نہ اس حملہ کی اجازت دیتے۔

اس شہر یا ملک کو دار الاسلام کہنے کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ ایک دفعہ دار الاسلام ہو چکا اور اسلام کے تسلط مین آچکا ہے تو جب تک جملہ شعایر اسلام اس سے موقوف نہون وہ دار الحرب یا دار الکفر کہلائے تو اسمین اسلام پر کفر کا غلبہ تاثیر ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے چنانچہ بخاری نے بطور تعلیق۔ اور دار قطنی نے بہ سند موصول روایت کیا ہے کہ اسلام غالب ہے۔ کفر اسلام پر غالب نہین ہوتا۔ اور یہی فقہا حنفیہ کا قول ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری اور فصول عمادیہ وغیرہ مین کہا ہے کہ دار الاسلام کبھی دار الحرب نہین ہو سکتا جبتک کہ شعایر اسلام سے ایک خصلت کا وجود بھی وہان ہے۔ ایسا ہی امام ماوردی نے کہا ہے ان کا قول عنقریب خاتمہ شواہد مسئلہ سوم مین منقول

الاسلام یعلو ولا یعلی۔

(بخاری صـ۱۸۰)

ان دار الاسلام لا یصیر دار الحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اهل الاسلام ذکر سید ناصر الدین فی المنشور ان دار الاسلام انما صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علایق الاسلام یترجح دار الاسلام فصول عمادیہ مثلہ فی عالمگیریہ

ہوگا +

دوسری صورت مین اس ملک کے دار الاسلام یا دار الامان ہونے اور متبرک و مقدس مواضع چھوڑ کر اسکی طرف ہجرت کرنے پر دلیل یہ ہے کہ جناب رسالت مآب کے زمانہ مین ملک حبشہ عیسائی بادشاہ کے قبضہ و تسلط مین تھا اور دین اسلام کا وہان نام و نشان نہ تھا اور مکہ مکرمہ آپ کا اور سبھی مسلمانون کا مسکن اور قدیم سے متبرک و مقدس مکان تھا - ولیکن اُسمین مسلمانون کو کفار بہت ستاتے تھے اور انکے دین مین بیجا مزاحمت کرتے - اور بادشاہ حبشہ باوجود عیسائی ہونیکے کسی سے تعرض و ظلم کو پسند نہ کرتا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کا یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ نیک آدمی ہے وہ کسی پر ظلم نہین کرتا اور نہ اس کے

قال اهل التفسیر ائتمرت قریش ان یفتنوا المومنین عن دینهم فوثب کل قبیلة علی من فیها من المسلمین یوذونهم ویعذبونهم فافتتن من افتتن وعصم الله منهم من شاء ومنع الله تعالی رسوله بعمه ابیطالب فلما رای رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ما باصحابه ولم یقدر علی منعهم ولم یوم بعد بالجهاد امرهم بالخروج الی ارض الحبشة وقال ان بها ملکاً صالحاً لا یظلم ولا یظلم عنده احد فاخرجوا الیه حتی یجعل الله للمسلمین فرجاً واراد به النجاشی و اسمه اصحمه وهو بالحبشة عطیة

وانما النجاشی اسم الملك كقولهم قيصر
وكسرى فخرج اليها سرا احد عشر رجلا
واربع نسوة وهم عثمان بن عفان
وامرئته رقيه بنت رسول الله صلى الله
عليه واله وسلم وزبير بن العوام
وعبد الله بن مسعود وعبد الرحمن
بن عوف وابو حذيفه بن عتبه و
امرئته سهلة بنت سهيل بن عمرو
ومصعب بن عمير وابو سلمه بن
عبد الاسد وامرئته ام سلمة بنت
ابى اميه وعثمان بن مظعون وعامر
بن ربيعه وامرئته ام ليلى بنت ابى خثمة
وحاطب بن عمرو وسهيل بن
بيضاء فخرجوا الى البحر واخذوا
سفينة الى ارض الحبشه بنصف
دينار وذلك فى رجب فى سنة
الخامسة من مبعث رسول الله

ملک مین کوئی اور کسی پر ظلم کرتا ہے -
تم وہان چلے جاؤ تو امید ہے امن و
خلاصی پاؤگے - اس ارشاد نبوی کے
موافق گیارہ آدمی اعیان صحابہ نے
جن مین حضرت عثمان اور آپ کے حرم
محترم رقیہ لخت جگر رسول اللہ اور حضرت
زبیر و حضرت ابن مسعود و حضرت
عبد الرحمن بن عوف وغیرہ شامل تھے
حبشہ کیطرف ہجرت کی یہ پہلی ہجرت
حبشہ ہے - ان کے بعد حضرت جعفر
بن ابی طالب وغیرہ صحابہ مکہ چھوڑکر
حبشہ مین پہنچے یہان تک کہ بیاسی
مسلمان اکابر وہان جمع ہوئے اور
تقریباً چودہ پندرہ سال وہان رہے
باوجودیکہ ان کی ہجرت سے نوین
سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
مدینے پہنچ چکے تھے اور وہان اسطرح

وھذہ الھجرۃ الاولی ثم خرج جعفر بن ابی طالب وتتابع المسلمون الیہا وکان جمیع من ھاجر الی الحبشۃ من المسلمین اثنین وثمانین رجلا سوی النساء والصبیان ۔ (معالم التنزیل ص۲۹۰) ومثلہ فی شرح القسطلانی جلد ٦ ص۲۲۳ وبعض القصۃ فی صحیح البخاری ص۵۴۷ و ص۶۰۷ وفی شرح القسطلانی ص۲۲۳ جلد ٦ ۔ وکتب لہ صلعم کتابا یدعوہ فیہ الی الاسلام مع عمرو ابن امیۃ سنۃ ست من الھجرۃ واسلم علی ید جعفر بن ابی طالب ۔

متسلط ہو کر بدر و احد کی لڑائیون مین کفار مکہ کو شکست دے کر مدینہ طیبہ کو کامل دار الاسلام بنا چکے تھے اور حبشہ اوسی طرح نصاری کا ملک تھا ۔ کیونکہ ہجرت نبوی کے چھٹے سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کو اسلام کی طرف بلایا اور اُسنے اسلام قبول کیا ۔ اسپر بھی وہ پانچ چھ سال اس ملک نصاری مین رہے ہجرت نبوی کے چھٹے سال کے ختام پر ساتوین کے شروع مین مدینہ طیبہ مین پہنچے ۔

یہ حالات ہجرت کتب حدیث صحیح بخاری قسطلانی شرح بخاری وغیرہ اور تفاسیر معالم وغیرہ مین بتفصیل مذکور ہین ۔ اس اجمال سے جو ہمنے بیان کیا ہے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس شہر یا ملک مین (زیر حکومت مخالفین مذہب کیون نہو) مسلمان شعایر مذہبی آزادی سے ادا کر سکین وہ دار الحرب نہین ہے دار الاسلام ہے یا کم سے کم دار الاسلم

والامان ۔ مسلمانون کو مقدس اور متبرک بلاد سے (اگر وہان امن نہ پاوین) ہجرت کرکے اُن مین آرہنا جایز وضروری ہے انکو چھوڑکر مقدس شہرون مین (اگر وہان امن نہو) جارہنا واجب یا جایز نہین *

اسی نظر سے اکابر صحابہ حضرت **ابن عمر و عائشہ** صدیقہ نے فتح مکہ کے بعد

جبکہ ہر جگہ امن قایم ہوگیا تھا **ہجرت** کو **غیر ضروری** کہا اور صاف فرمادیا تھا کہ ہجرت کا حکم اسوقت تھا جب کہ مسلمان اپنے دین کو بھگائے لئے پھرتے تھے ۔ اس خوف سے کہ وہ دین کے سبب فتنہ مین مبتلا ہون گے ۔ آج اسلام کو خدا نے غلبہ دیا ہے (یعنے کوئی کسی مسلمان کو اسلام کے سبب تکلیف نہین پہنچاتا) آج مومن جہان چاہے خدا کی عبادت کرے ۔ **قسطلانی** نے شرح بخاری مین اس حدیث کے ذیل مین کہا ہے کہ امام ماوردی نے فرمایا ہے جب مسلمان کو کفار کے شہر مین اظہار	ان عبد الله بن عمر کان یقول لا ہجرۃ بعد الفتح وحدثنی الاوزاعی عن عطاء بن ابی رباح قال زرت عائشہ مع عبید بن عمیر اللیثی فسألناها عن الہجرۃ فقالت لا ہجرۃ الیوم کان المومنون یفر احدھم بدینہ الی الله والی رسولہ مخافۃ ان یفتن علیہ فاما الیوم فقد اظہر الله الاسلام والیوم یعبد ربہ حیث شاء (بخاری ص۵۵۱) قال القسطلانی فی شرح البخاری فقد اظہر الله الاسلام وفشت الشرایع والاحکام ۔ یعبد ربہ حیث شاء فالحکم یدور مع

علقمہ قال الماوردی اذا قدر علی اظہار الدین فی بلد من بلاد الکفر فقد صارت البلدۃ بہ دار الاسلام فالاقامۃ فیہا افضل من الرحلۃ لمایترجی من دخول غیرہ فی الاسلام"	دین پر قدرت ہو تو وہ شہر دارالاسلام ہو جاتا ہے اسمین رہنا اور بلاد اسلامیہ کیطرف ہجرت کرنیسے افضل ہے کیونکہ وہان رہنے مین اور لوگون کا اسلام مین داخل ہونا متوقع ہوتا ہے ۔

ان اقوال مین بھی ہمارے بیان کی تائید پائی جاتی ہے ۔ فللہ الحمد

مسئلہ سوم کے نتایج

(۱) اس مسئلہ اور اسکے دلایل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ مین ہے دار الاسلام ہے ۔ اسپر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی وچڑہائی کرنا جائز نہین ہے ۔

(۲) اس زور و شور کی شہادت کتاب وسنت واقوال علماء امت کے ساتھ اقوام غیر کا مسلمانون پر یہ گمان کہ وہ جب قابو پائین گے گورنمنٹ سے مقابلہ پر آمادہ ہون گے کمال درجہ کی سینہ زوری وافترا پردازی ہے مسلمانون مین جبتک قرآن وحدیث وفقہ کا عمل جاری ہے گا ان سے یہہ امر ہرگز سرزد نہو گا ۔

ہان کوئی ملکمین کی طرح جسنے عیسائی ہوکر اپنے ہم مذہب اور ہم قوم ملک پر

گولی چلائی تھی مسلوب الحواس ہوجائے اور دین اسلام کا پاس چھوڑ دے تو اُسکا کوئی ذمہ دار نہین ہے *

چوتھا اور پانچوان مسئلہ

(۴) جن لوگون سے اسلام مین لڑائی اور مذہبی جہاد کرنے کا حکم آچکا ہے اُنسے بھی مسلمانون کو صلح کر لینے اور جب تک وہ مناسب سمجھین لڑائی موقوف کر دینے کی اجازت ہے *

(۵) اس عہد وصلح کے بعد عہد کو پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے اور مدت عہد مین اُن سے لڑنا اور درصورت خوف عہد شکنی جانب ثانی سے بلا فسخِ عہد و اعلانِ فسخ اُن پر حملہ کرنا حرام ہے *

جواز عہد و مصالحت کی دلیل خدا تعالی کا یہہ قول ہے کہ اگر تیرے دشمن و مقاتل تجہسے صلح کی درخواست کرین تو تو بھی صلح کی جانب مایل ہو *

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله - (انفال ع ۸)

اس قول خداوندی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا عمر بھر کا عمل رہا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے کفار کے ساتھ غلبہ پانے کے بعد اور غلبہ سے پہلے صلح کی ہے اور مسلمانون کے اتفاق سے یہ مصالحت ثابت وجائز ہے *

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال کفار مکہ کے ساتھ صلح

کی - اور یہ بات قرار پائی کہ دس برس تک لڑائی بند رہے - اسمین لوگ امن

عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحاکم
انهم اصطلحوا علی وضع الحرب عشر سنین
یأمن فیها الناس وعلی ان بیننا عیبة
مکفوفة وانه لا اسلال ولا اغلال -
(ابوداؤد ص٥ ج٢) فقال النبی صلعم
علی ان تخلوا بیننا وبین البیت فنطوف
به فقال سهیل والله لا تتحدث العرب
انا اخذنا ضغطة ولکن ذلک من
العام المقبل فکتب فقال سهیل وعلی
انه لا یاتیک منا رجل وان کان علی
دینک الا رددته الینا قال المسلمون
سبحان الله یرد الی المشرکین وقد جاء
مسلماً فبینا هم کذلک اذ دخل
ابو جندل بن سهیل بن عمرو
یرسف فی قیوده وقد خرج من
اسفل مکة حتی رمی بنفسه بین

پالین اور بغچہ یا پٹارا لڑائی کا ڈھکا
رہے نہ اسمین چھپی خیانت ہو نہ ظاہری
دغا - اس صلح مین آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے کفار مکہ کی ایسی سخت
شرطین مان لین جن مین بظاہر
اسلام کی نہایت خفت تھی اور مسلمانون
کی شکست - ازانجملہ یہ کہ اس سال مسلمان
کعبہ کا حج نکرین اور ازانجملہ یہہ کہ
کافرون مین سے کوئی مسلمان ہو کر
آنحضرت صلعم کے پاس آوے تو اسکو
آنحضرت صلعم واپس کرین مسلمانون
سے کوئی مرتد ہو کر مکہ مین چلا جاوے
تو کفار مکہ اسکو واپس نکرین اس شرط
لکھنے کے اثنا مین ایک شخص (ابو
جندل نامی) وکیل مشرکین مکہ کا بیٹا
زنجیرون مین گھسیٹتا ہوا آنحضرت کے

اظہر المسلمین فقال سہیل ھذا یا محمد
اول ما اقاضیک علیہ ان تردہ
الیّ فقال النبی صلعم انا لم نقض
الکتاب بعد قال فواللہ اذن لا اصالحک
علی شئی ابداً فقال النبی صلعم فاجزہ
لی فقال ما انا بمجیز ذلک قال بلی
فافعل قال ما انا بفاعل قال مکرز
بلی قد اجزناہ لک قال ابو جندل
ای معشر المسلمین ارد الی المشرکین
وقد جئت مسلماً الا ترون ما قد
لقیت وکان قد عذب عذاباً
شدیداً الحدیث (بخاری صـ ۳۸۰)
وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لما ظہر علی خیبر اراد اخراج الیہود
منہا وکانت الارض حین ظہر علیہا للہ
ولرسولہ وللمسلمین فاراد اخراج الیہود
منہا فسالت الیہود رسول اللہ صلعم

پاس آپہنچا اور اس کے واپس کرنے
پر حضرت عمر وغیرہ مسلمانون نے بہت
پیچ وتاب کھایا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی وکیل
مشرکین سے اس شرط سے اس شخص
کے مستثنے کرنے کو بہت چاہا آخر
وکیل مشرکین کے نہ ماننے پر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسکو
واپس کر دیا ٭

خیبر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فتح کیا اور یہود کو اس مین سے
نکالنا چاہا تو انہون نے اس شرط پر
صلح کی درخواست کی کہ ہم اسی جگہ
رہین گے اور پیداوار اراضی سے
نصف آنحضرتؐ کو دیتے رہین گے
آنحضرتؐ نے اسکو قبول کیا اور یہہ
فرما دیا کہ جب تک خدا نے چاہا (یعنے

ليقرهم بها على ان يكفوا عملها ولهم
نصف الثمر فقال لهم رسول الله نقركم
بها على ذلك ما شئنا فقروا بها حتى
اجلاهم عمر الى تيماء واريحاء
(بخاری ص۳۱۵)

عن ابن عباس قال صالح رسول الله
اهل نجران على الفی حلة النصف فی صفر
والنصف فی رجب يؤدونها الى المسلمين
وعارية ثلاثين درعا وثلاثين فرسا
وثلاثين بعيرا وثلاثين من كل
صنف من اصناف السلاح يغزون
بها المسلمون ضامنون لها حتى يردوها
عليهم ان كان باليمن كيد ذات غدر
على ان لا تهدم لهم بيعة ولا يخرج لهم قس
ولا يفتنوا عن دينهم ما لم يحدثوا
حدثا او ياكلوا الربا قال اسمعيل
فقد اكلوا الربا (ابو داؤد ص۸۵ ج۲)

ہم کو مناسب نظر آیا) تمکو یہان رہنے
دین گے - پھر وہ اسی شرط پر وہان
رہے یہان تک کہ خلافت عمری مین
وہان سے جلا وطن کئے گئے +

نجران کے عیسائیون سے

آپ نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ
سالانہ دو ہزارہ جوڑہ کپڑون کا بطور
ٹکس دیتے رہے اور تیس زرہ اور
تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ
اور تیس ۳۰ ہتھیار لڑائی کے لئے بطور
عاریت دیتے رہین جن کو مسلمان
بعد کاربراری واپس کردین گے
ان کے حق مین مفیدیہ
شرطین بھی ہوئین کہ ان کے
صوامع (چرچ) وگرائے جائین
اور نہ ان کے علماء نکالے جائین اور
نہ انکو دین سے کوئی روک ٹوک ہو

جبتک کہ وہ نئی باتین نہ نکالین اور سُود نہ لین*

ان دلایل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن کافرون سے جنگ و مقابلہ ہو ان سے صلح کرلینی بھی جائز ہے (گو اس صلح مین بعض وجوہ سے مسلمانون کا نقصان ہو اور کافرون کا فایدہ) اگر مصلحت وقت اس صلح کی مقتضی ہو۔ اور عام نفع اہل اسلام اسمین متصور ہو۔

صلح و عہد کے بعد غدر نہ کرنے کے دلایل کتاب و سنت مین بکثرت وارد ہین خدا کا یہہ قول بضمن دلایل مسئلہ اول نقل ہو چکا ہے کہ جو لوگ تمہارے عہد والون سے جاملین اُن کو نہ مارو اور خدا نے فرمایا ہے جنسے تم نے مسجد الحرام کے پاس عہد کیا ہے جبتک وہ عہد پر قایم رہین تم بھی قایم رہو اور فرمایا اگر تمہارے بھائی تم سے دین مین مدد چاہین تو ان کو مدد دو مگر اس قوم پر ان کو مدد نہ دو جس سے تم عہد کر چکے ہو اور فرمایا عہد کو پورا کرو

دیکھو صفحہ (۱۱) رسالہ ھذا

الا الذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین (براۃ ع ۲)

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق واللہ بما تعملون بصیر (انفال ع ۱۰)

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا

* سود لینے کو اسلام نے انسانی اور ایمانی ہمدردی کے خلاف سمجھا ہے اسلئے ان پر اس شرط کو قایم کیا*

(بنی اسرائیل ع ۴)

من لا یفی لذی عہد عہدہ فلیس منی ولست منہ (رواہ مسلم)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قتل معاہداً لم یرح رائحۃ الجنہ وان ریحہا لتوجد من مسیرۃ اربعین عاماً (رواہ البخاری ص۴۴۸)

ان الغادر ینصب لہ لواء یوم القیامۃ فیقول ہذہ غدرۃ فلان بن فلان (مسلم ص۸۳ ج۲ بخاری ص۴۵۲)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قتل معاہداً فی غیر کنہہ حرم اللہ علیہ الجنۃ (رواہ ابو داؤد ص۲۴ ج۲)

انی لا اخیس بالعہد (رواہ ابو داؤد ص۲۳ ج۲) وقال عمر بن الخطاب رض واوصیہ بذمۃ اللہ ورسولہ ان یوفی لہم بعہدہم وان یقاتل من ورائہم

عہد سے سوال ہوگا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو عہد والے کا عہد پورا نہ کرے گا وہ ہم مین سے نہین ہے اور نہ مین اسکے گروہ سے ہون - اور فرمایا جو شخص عہد والے کو مار ڈالے گا وہ بہشت کی خوشبو نہ پائے گا باوجودیکہ چالیس برس کے فاصلہ سے اسکی خوشبو آتی ہے

اور فرمایا عہد شکن کے لئے قیامت کے دن نشان کہڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلان شخص کا غدر ہے -

اور فرمایا جو عہد والے کو بلا جرم مارے اسپر بہشت حرام ہے -

اور فرمایا مین عہد شکنی نہین کرتا اسکے موافق حضرت فاروق نے اپنے جانشین کو وصیت فرمائی ہے کہ وہ عہد والون کا عہد پورا کرین اور ان کی حمایت

(رواه البخاري صفحہ ۴۲۱) مین ان کے مخالفون سے لڑین جو[بنتقلہ]

جانب ثانی سے عہد شکنی کے خوف کے وقت بلا فسخ عہد و اعلان حملہ کرنے کی ممانعت کی دلیل یہ قول خداوندی

ہے کہ جب تجھے کسی قوم سے عہد شکنی کا خوف ہو تو فسخ عہد کا پیام برابری

وإما تخافن من قوم خيانة فانبذ اليهم على سواء ان الله لا يحب الخائنين (انفال ع ۸)

پر اُن کو پہنچا دے خدا خیانت کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔

ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے چنانچہ

سلیم بن عامر نے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ اور روم والون مین عہد مقرر تھا جب

عن سليم بن عامر رجل من حمير قال كان بين معاوية وبين الروم عهد وكان يسير نحو بلادهم حتى اذا انقضى العهد

وہ گذرنے لگا امیر معاویہ نے اُنپر حملہ کا ارادہ کیا پس ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار آیا اور بولا اللہ اکبر۔

بنتقلہ یہ حکم حضرت فاروق کا عام ہے ان مسلمان مخالفون کو بھی شامل ہے جو مسلمانون کی عہد والون سے لڑین۔ ان مسلمانون کی مدد سے مسلمانون کو وہ آیۃ بھی مانع ہے جو بصفحہ (۳۰) منقول ہو چکی ہے (وان استنصروکم فی الدین) ہمارے اس نوٹ کو ڈاکٹر شبیر صاحب توجہ سے ملاحظہ فرماوین اور انصاف سے کہین کہ ہمین انکے اس سوال کا جو انہون نے اپنی کتاب انڈین مسلمان کی تیسری باب کے خاتمہ پر ایک حاشیہ مین علماء اسلام سے کیا ہے کافی اور گورنمنٹ کے حق مین مفید جواب ادا ہوا ہے یا نہین؟

غزاهم فجاء رجل على فرس او برذون وهو يقول الله اكبر الله اكبر وفاء لا غدر فنظروا فاذا اعمرو بن عبسة فارسل اليه معاوية فسأله فقال سمعت رسول الله يقول من كان بينه وبين قوم عهد فلا يشد عقدة ولا يحلها حتى ينقضي مدها او ينبذ اليهم على سواء فرجع معاوية (رواه ابوداؤد صـ۲۳ ج ۲ والترمذی صـ۱۹۴ ج ۱)

وفا چاہیے نہ کہ غدر۔ امیر معاویہ نے دیکھا تو وہ عمرو عبسہ صحابی تھا امیر معاویہ نے ان کے آنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مینے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ جسکا کسی قوم سے عہد ہو وہ اسکو فسخ نکرے جب تک مدت گذر نہ جائے یا برابر برابر فسخ عہد سے اسکو اطلاع عدے جائے۔ یہ سنکر امیر معاویہ اس حملہ سے باز آئے اور وہان سے پہر گئے +

مسئلہ چہارم و پنجم کے نتایج مسئلہ ششم و ہفتم کے نتایج کے ساتھ بیان ہون گے +

چھٹا و ساتوان مسئلہ

(۶) کافر (ظالم اور مذہب مسلمانون مین مزاحم لایق جہاد ہی کیون نہون) جب مسلمانون کے شہرون اور ملک پر تغلب سے تسلط پا لیتے ہین تو ان شہرون کے مالک و متصرف ہوجاتے ہین +

(۷) جب کسی کافر کے ملک یا شہر مین کوئی مسلمان امن جتا کر رہے تو وہ اسی عہد والے کی مانند ہوجاتا ہے جسنے صریح عہد دیا ہو۔ اسکو اس کافر سے غدر

کرنا اور اس کے جان و مال سے تعرض کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ صریح عہد والون کی جان و مال سے تعرض حرام ہے +

غلبہ سے کافر کے مالک ہو جانے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کافرون کے اُن تصرفات کو جو انہون نے آپ کے اموال پر متسلط ہو کر کئے نافذ فرمایا۔ اور خود تسلط پا کر ان کو بے محل و بے اعتبار نہین ٹھہرایا۔ صحیح بخاری مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم سے اسامہ نے حج کے ایام مین پوچھا یا

عن اسامة بن زيد انه قال يا رسول الله اين تنزل في دارك بمكة فقال هل ترك لنا عقيل من رباع او دور وكان عقيل ورث ابا طالب هو وطالب لم يرثه جعفر ولا علي شيئا لانهما كانا مسلمين وكان عقيل وطالب كافرين (بخاری صـ۲۶۱)	رسول اللہ آپ مکہ مین اپنے کس گھر مین اُترین گے۔ آپ نے جواب مین فرمایا عقیل نے ہمارا کوئی گھر چھوڑا ہے؟ (یعنی سبھی گھرون پر تصرف کر لیا ہے) + **اس ملک و تصرف عقیل کی ایک** وجہ تو اسی حدیث مین بیان ہوئی ہے

کہ ابو طالب کے وارث عقیل اور طالب ہی ہوئی تھی نہ حضرت علی و جعفر کیونکہ وفات ابو طالب کے وقت عقیل و طالب کافر تھے۔ اور حضرت جعفر اور حضرت علی مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر یہ وجہ بجز ملک و تصرف مکانات ابو طالب کے اور مکانات کے (جن مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان بھی

شامل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مین عقیل اُنکا وارث نہین ہوسکتا تھا) ملک وتصرف کی دلیل نہین ہوسکتی۔

لہذا یہ وجہ ملک وتصرف (جو اس حدیث مین بیان ہوئی ہے) ابوطالب کی مکانات کے مالک ہوجانے سے مخصوص رہے گی اور آنحضرت کے مکان کے مالک ومتصرف ہوجانے کی وجہ وہی کہنے پڑیگی جو ہم نے بیان کی ہے کہ عقیل کا غلبہ وتسلط اس مکان پر ہو گیا تھا جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نافذ فرمایا قسطلانی نے اس حدیث کی شرح مین فرمایا ہے یہ گھر (جنکا حدیث مین ذکر ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہاشم کی تھی پھر اُنکے بیٹے عبد المطلب کو پہنچی اُنے اپنی اولاد مین تقسیم کردیئے پھر اپنے باپ عبد اللہ کا حق آنحضرت کو ملا اسی مکان مین آنحضرت صلعم تولد ہوئے تھے چنانچہ فاکہی نے بیان کیا ہے آنحضرت کا یہ کہنا کہ عقیل نے ہمارا کوئی گھر نہین چھوڑا اس سے ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس گھر کے مالک تھی اور اپنی ذات شریف

قیل ان ہذہ الدار کانت لہاشم بن عبد مناف ثم صارت لابنہ عبد المطلب فقسمہا بین ولدہ ممن ثم صار للنبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ابیہ عبد اللہ وفیہا ولد النبی صلعم قالہ الفاکہی۔ وظاہر قولہ وہل ترک لنا عقیل من رباع انہا کانت ملکہ و اضافہا الی نفسہ فیحتمل ان عقیلا تصرف فیہا کما فعل ابو سفیان بدور المہاجرین ویحتمل غیر ذلک × × × × × وقال الداودی

وغیرہ کان کل من ہاجر من المومنین باع قریبہ الکافر دارہ فامضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصرفات الجاہلیۃ تالیفاً لقلوب من اسلم منہم۔ (قسطلانی صفحہ ۱۷۰ جلد ۳)	کیطرف اس گہر کو آپ نے منسوب فرمایا ہے۔ پس عقیل کے مالک ہوجانے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ عقیل نے اس گہر مین تصرف کرلیا ہو جیسا کہ ابوسفیان نے اور مہاجرین کے گہرون پر تصرف کیا تھا

اور شاید اسکی وجہ کوئی اور بھی ہو۔

راقم کہتا ہے یہہ تردد قسطلانی کا ہمارے مدعا کو ضرر نہین پہنچاتا۔ ہمارا مدعا یہہ ہے کہ عقیل کے ملک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے گھر آجانے کی وجہ وراثت نہین ہوسکتی۔ اسکی وجہ تغلب وتسلط ہے اسکے ساتھ اور بھی وجہ ہو تو مضایقہ نہین۔ پھر قسطلانی نے کہاہے کہ داؤدی غیرہ نے نقل کیاہے کہ ہرایک مہاجر کا مکان اسکے قرابتی نے بیچ دیا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے تصرفات زمانہ جاہلیت کو تالیف قلوب نومسلمون کے لئے نافذ فرمایا (یعنے انپا دخل و تصرف پاکر بھی انکو فسخ نہین کیا) وہ تصرفات ناجایز ہوتے توضرور آپ مکہ پر متسلط ہوکر جسکا مکان کسی نے دباکر فروخت کردیا تھا وہ اسی کو دلواتے اور ظالم کے تصرف کو اٹھاتے۔

اس مسئلہ تغلب کفار سے ثبوت ملک مین مجتہدین کا اختلاف ہے۔ شافعی اور ایک جماعت قایل ہین کہ کفار صرف غلبہ سے مسلمانون کے اموال کے

وقد اختلف اهل العلم فی ذلك فقال الشافعی وجماعة لایملك اهل الحرب بالغلبة شیئا من المسلمین ولصاحبه اخذه قبل القسمة وبعدها وعن علی والزهری وعمرو بن دینار والحسن لایرد اصلا ویختص به اهل المغنم وقال عمرو بن سلمان بن ربیعة وعطاء واللیث ومالك واحمد وآخرون وهی روایة عن الحسن ایضاً ونقلها ابن ابی الزناد عن ابیه عن الفقهاء السبعة ان وجده صاحبه قبل القسمة فهو احق به وان وجده بعد القسمة فلا یاخذه الا بالقیمة (نیل الاوطار ط ۱۹ ج ۷)

مالک نہین ہوتے لہذا جو مال مسلمانون کا کافرون کے ہاتھ مین چلا جائے وہ مسلمانون کے فتحیاب ہونے پر انہی مسلمانون کو ملے گا جن کا مال تھا حضرت علی و زہری و عمرو بن دینار و حسن بصری کہتے ہین کہ وہ کافرون کا مال ہو چکا تھا مسلمانون کے ہاتھ آئے گا تو ان سب کا ہوگا جنہون نے کافرون کو لوٹا ۔ عمرو بن سلمان ابن ربیعہ عطا ولیث و امام مالک و امام احمد وغیرہ کا یہ قول ہے کہ وہ مال مسلمانون مین تقسیم ہو چکا ہو تو اصل مالک کو بقیمت ملیگا تقسیم سے پہلے بلا قیمت بھی وہ لینے کا حقدار ہے اس مذہب سے بھی یہی بات ہوتی ہے کہ وہ مال کفار کے ملک مین آ چکا تھا ۔

کتاب ہدایہ مین جو حنفی مذہب مین ایک مشہور و معتبر کتاب ہے لکھا ہے کہ کفار ہمارے اموال پر غلبہ پائین تو ان کے مالک ہو جاتے ہین بشرطیکہ وہ ان کو اپنی جانے

واذا غلبوا علی اموالنا والعياذ بالله
واحرزوها بدارهم ملکوها وقال
الشافعي لا يملکونها لان الاستيلاء
محظور ابتداء وانتهاء والمحظور
لا ينتهض سببا للملك علی ما عرف
من قاعدة الخصم ولنا ان الاستيلاء
ورد علی مال مباح فينعقد سببا للملك
دفعا لحاجة المکلف کاستيلائنا علی
اموالهم وهذا لان العصمة تثبت
علی منافاة الدليل ضرورة تمکن
المالك من الانتفاع فاذا زالت المکنة
عاد مباحا کما کان غير ان الاستيلاء
لا يتحقق الا بالاحراز بالدار لانه
عبارة عن الاقتدار علی المحل حالا
ومالا والمحظور لغيره اذا صلح سببا
لکرامة تفوق الملك وهو الثواب
الآجل فما ظنك بالملك العاجل

تسلط مین لیجاوین - امام شافعی اس مسئلہ
کے مخالف ہین وہ کہتے ہین کفار کا
تغلب ہی ناجائز ہے تو وہ ملک کا سبب
کیونکر ہو سکتا ہے حنفیہ کی طرف سے اسکا
جواب یہہ ہے کہ تغلب کفار اموال مسلمین
پر گو ناجائز ہے مگر اس حالت مین اور اسوقت
تک کہ مسلمانون کا اُسپر تسلط و قبضہ ہو
اور جب وہ تسلط اُٹھ گیا تو کافرون کا
تسلط اُن اموال پر جائز ہوگیا اور وہ مال
مباح پر تسلط ٹھہرا وہ کہتے ہین دراصل
ہر چیز سے ہر شخص نفع اُٹھانیکا مستحق
ہے چنانچہ قران مین فرمایا ہے "خدا نے
تم سب کے لئے جو کچھ زمین مین ہے پیدا
کیا ہے" پھر خاص خاص چیزون سے
خاص خاص لوگون کو نفع اُٹھانیکے لئے
خدا تعالے نے قبضہ و تسلط کو سبب
بنا دیا ہے اور یہ حکم دے دیا ہے کہ

(ہدایہ صـ۶۱ جلد ۱)

جسکی چیز ہو یعنے جسکے قبضہ و تسلط مین ہو وہی اس سے نفع اوٹھاوے اور جب یہ قبضہ و تسلط اُٹھ گیا تو وہ مال سب کے لئے مباح ہو گیا - پھر اسپر تغلب و تسلط مال مباح پر تسلط ہوگا اور وہ ملک کا سبب ہو سکے گا - جیسا کہ ہمارا تسلط اُن کے اموال پر مال مباح پر تسلط اور ملک کا سبب ہوتا ہے +

امام شافعی کے مذہب کی تائید مین بعض علماء یہہ حدیث پیش کرتے ہین جو صحیح

عن عمران ابن حصین قال واسرت امرءة من الانصار واصیبت العضباء فكانت المرءة فی الوثاق وكان القوم یریحون نعمهم بین یدی بیوتهم فانفلتت ذات لیلة من الوثاق فاتت الابل فجعلت اذا دنت من البعیر رغا فتتركه حتى تنتهی الی العضباء فلم ترغ قال وهی

مسلم مین بصفحہ ۴۵ جلد ۲ منقول ہے کہ ایک عورت کفار کی قید مین آگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اونٹنی (عضباء نامے) بھی اُن کے قابو مین آئی - وہ عورت ان کی قید مین تھی اور وہ لوگ اپنے اونٹون کو اپنے ڈیرون* کے سامنے رات کو لے آتے اور

* طحاوی کی روایت مین ہی چنانچہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین منقول ہے وکانوا اذا نزلوا یریحون ابلهم فی افنیتهم یعنے وہ اس سفر مین منزل پر اترتے تو اونٹون کو اپنے گھرون کے میدانون مین لے آتے اسلئے ہمنے بیوت کا ترجمہ ڈیرہ سے کیا ہے - وہان سفر مین بنے ہوئے گھر نہ تھے وہی کپڑے کمبل وغیرہ کے ڈیرے تھے +

منوقة فقعدت في عجزها فانطلقت
ونذروا بها فطلبوها فاعجزتهم قال ونذرت
لله عز وجل ان نجاها الله عليها لتنحرنها
فلما قدمت المدينة رآها الناس فقالوا
العضباء ناقة رسول الله صلعم فقالت
انها نذرت ان نجاها الله عليها لتنحرنها
فاتوا رسول الله صلعم فذكروا ذلك
له فقال سبحان الله بئس ما جزتها
نذرت الله ان نجاها عليها لتنحرنها لا
وفاء لنذر في معصية ولا فيما لا يملك
العبد وفي رواية ابن حجر لا نذر في
معصية الله (صحیح مسلم ص۴۵ جلد ۲)

ٹہرایا کرتے ایک شب وہ عورت قید سے
چھوٹ گئی اور وہ اُن اونٹون مین پہنچی
وہ جس اونٹ کے پاس جاتی وہ آواز
کرتا - لہذا وہ اُسکو چھوڑ دیتی یہانتک
کہ عضبا اونٹنی کے پاس پہنچے تو وہ نہ
بولے کیونکہ وہ سواری مین لگی ہوئی
اور فرمان بردار تھی - وہ اسپر سوار ہو کر
چل پڑی - کفار کو علم ہوا تو وہ پیچھے
دوڑے مگر اسکو پکڑ نہ سکے اسوقت اسنے
یہ منت مانی کہ خدا نے اسکو کفار سے بچا
لیا تو وہ اوس اونٹنی کو خدا کے نام پر ذبح
کرے گی - آنحضرت صلعم نے یہ بات سنی
تو فرمایا کہ اُسنے بُرا کیا جو اسکو بدلہ دیا - گناہ کی منت کا وفا واجب نہین - اور نہ
اس چیز کی منت کا جسکا بندہ مالک نہو - اس حدیث سے استدلال کی وجہ وہ یہہ
بیان کرتے ہین کہ اس اونٹنی کی نسبت اس حدیث کا آخری فقرہ فرمایا گیا ہی وہ اونٹنی
تغلب سے کفار کی ملک آجاتی تو وہ عورت بھی اُسکی مالک ہو جاتی اس صورت مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس عورت کو یہ نفرماتے کہ جس چیز کا کوئی مالک نہو

اسکی منت کا وفا اسپر واجب نہین -

اسکا جواب عینی حنفی نے بنایہ شرح ہدایہ مین یہہ دیا ہے کہ وہ لوگ ہنوز اوس اونٹنی کو اپنے ملک مین لیجانہ چکے تھے راستہ ہی مین وہ اس عورت کے ہاتھ آگئی تھی

قلت ما کانوا احرزوھا بدارھم واخذ المرأۃ العضباء کان قبلہ فی الطریق وقبل الاحراز لا یثبت الملک ودلیلنا من القران قولہ تعالی للفقراء المھاجرین فاللہ تعالی سماھم فقراء والفقیر من لا یملک فلو لم یملک الکفار اموالھم لما سموا فقراء (عینی شرح ھدایہ ص ۲۴۹ جلد ۳)

اور کہا ہے تغلب سے کفار کی ملک تب ثابت ہوتی ہے جب وہ مسلمانون کے مال کو اپنے ملک مین لیجائین اور تسلط کر جائے - پھر کہا ہے ہماری (حنفیہ کی) دلیل قران مین یہ قول خداوندی ہے جسمین خدا نے فقراء مہاجرین کو صدقہ کا مصرف ٹہرایا ہے اس قول مین خدا نے ان کو فقیر کہا ہے اور فقیر وہی کہلاتا ہے جسکے ملک مین کچھ نہو اور اگر کفار مکہ وغیرہ مہاجرین کے پس ماندہ اموال کے مالک نہو جاتے تو خدا ان کو فقیر نہ کہتا -

ایسا ہی شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین استدلال آیت قران

ولیس من لا یملک مالا وھو فی مکان لا یصل الیہ فقیرا بل ھو مخصوص باسم ابن السبیل - ولھذا اعطوا علیہ فی

کی تائید مین کہا ہے کہ جو شخص صرف کسی خاص مکان مین ہونے کے سبب اپنے مال کا مالک اور اسپر قابض و متصرف

نص الصدقہ (فتح القدیر صـ۳۰ ج ۲)	ہو اسکو فقیر نہین کہا جاتا ایسا شخص ابن

السبیل کے نام سے مخصوص ہے ؞

اور جواب حدیث عضبار کی تائید مین کہا ہے کہ اِسپر روایت طحاوی مین یہ قول راوی شاہد ہے کہ وہ جب منزل پر اُترتے تو اونٹون کو سامنے کے میدان مین لے آتے جس سے سمجہہ مین آتا ہے کہ وہ ہنوز راستہ مین تھی کہ وہ عورت اس اونٹنی کو لے بہاگی ؞

وحدیث العضباء کان قبل احرازهم بدارهم الی تری الی قوله کانو اذا نزلوا الخ فانه یفهم منه انها فعلت ذلك وهم فی الطریق (فتح القدیر صـ۳۸ ج ۲)

مؤلف کہتا ہے ۔ جو لوگ ان علماء کی اسبات کو غلط کہین وہ اس سے بڑہکر صریح روایت سے ثابت کرین کہ وہ لوگ اونٹنی کو اپنے ملک دار الحرب مین لیجا چکے تھے اور جہان وہ رات کو اونٹ بٹہاتے تھے وہ ان کے وطنی اور سکونتی مکانات کے صحن تھے ۔

ایک جواب اس حدیث کا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث نفی ملک متغلب و متسلط پر نص یا اشارہ نہین ہے ۔ اس حدیث مین جو فرمایا گیا ہے کہ جس چیز کا بندہ مالک نہو اسکی منت کا وفا اسپر واجب نہین ہے اس کا اس امر پر نص یا اشارہ ہونا متعین نہین ہے کہ یہہ اس عورت کے حق مین کہا گیا ہے ۔ اور اس سے یہ مقصود ہے کہ وہ عورت اوس اونٹنی کے تغلب سے مالک نہین ہوئی اسلئے اسپر اس ذبح کرنے کی منت کا ایفا واجب نہین جایز و محتمل ہے کہ یہ

ایک جداگانہ حکم متعلق نذر بیان کیا گیا ہو - اس عورت کی نسبت اور اس کے
حق مین وہی پہلا حکم ہو کہ گناہ کی منت کا وفا واجب نہین ہے - اور اس سے
یہ مقصود ہو کہ تیرا فعل معصیت ہے لہذا تجہہ پر اسکا ایفا واجب نہین ہے -
اس فعل کا معصیت ہونا آپ کے اس لفظ سے بھی ثابت ہوتا ہے جو اس سے
پہلے فرمایا ہو کہ اُسنے یہ بُرا کام کیا جو اسکو بدلہ دیا - اور اگر اس قول نبی کو (جسمین
ملک غیر مین وفا نذر کا واجب نہونا فرمایا گیا ہے) اسی عورت کے حق مین تسلیم
کیا جائے تو اسکی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بوقت نذر اس عورت کا پورا تغلب و
تسلط نہوا تھا - اسوقت تک ممکن تھا کہ اوس اونٹنی کو اسکے مالک کفار (جو اسکے
پکڑنے کو دوڑے تھے) اسکو چھین کر لیجاتے (گو اسکے بعد یہ امکان دور ہوا
جب وہ تہک کر واپس ہوئے) اور یہہ بھی ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم اس اونٹنی کو
نہ اپنے ملک سابق کے لحاظ سے بلکہ اموال غنیمت مسلمانون سے حق اصطفا* کی
نظر سے خود لے لیتے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور احتمال ہے کہ اسی حق اصطفا کی
نظر سے اپنے اوس اونٹنی کو لے لیا ہو) پھر وہ باوجود قیام ان احتمالات کے
اس عورت نے کیون اس اونٹنی کو اپنے ملک سمجھ لیا اور اسکا ذبح کرنا مان لیا -
علماء شافعیہ اور جو ان کے ہم خیال ہون اس حدیث سے ان احتمالات کو اٹھالین
تب اس حدیث سے تمسک کا نام لین +

اس بیان سے ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ رح و امام مالک رح و امام احمد رح کا مذہب کہ

* قد كان للنبي صلعم من الغنائم ثلث حظوظ خمس الخمس وصفي يصطفيه لنفسه من درع او سيف او جارية وسهم كسهم احدهم (فتاوى حمادیہ صـ ۲۶۳)

کافر تغلب سے اموال مسلمین کے مالک ہوجاتے ہیں تو صحیح ہے اور آیات قرآن اور حدیث صحیح بخاری اس مذہب کے موید ہین اور اسکا خلاف تغلب سے انکا مالک نہونا جوان چارون اماموں سے صرف شافعی کا مذہب ہے اسپر کوئی صریح دلیل نہین ہے۔ اور نہ اس مذہب پر چلنے والے ھندوستان مین کوئی نظر آتا ہے۔ بالجملہ ساکنین ہندوستان کے مذہب مین کافر تغلب سے مالک ہوجاتا ہے اور ہمارے مسئلہ ششم مین ہندوستان کے اہل مذاہب کو نزاع کا محل نہین ہے ❊

کافرون کے مال اور شہر مین امن پاکر غدر نہ کرنے کے حرام ہونے پر **دلیل** یہہ صریح حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ صحابی اپنی حالت کفر مین ہم مذہب قوم کے ساتھ ہوکر مصر مین گیا۔ وہان کے بادشاہ (مقوقس) نے اون لوگون سے احسان کیا اور مغیرہ کے احسان و اکرام مین تصور کیا۔ اس سے مغیرہ کو رشک پیدا ہوا کیونکہ وہ ان کا ہم قوم نہ تھا لہذا جب وہ واپس ہوکر راستہ مین شراب پی کر مخمور ہوئے اور سو گئے تو مغیرہ نے اس حالت نشہ اور نیند مین اُن سے

کان المغیرة بن شعبة صحب قوماً فی الجاهلیة فقتلهم واخذ اموالهم ثم جاء فاسلم فقال النبی صلی الله علیه واله وسلم اما الاسلام فاقبل واما المال فلست منه فی شئی (رواه البخاری ص۳۷۹ وفی روایة ابی داود ص۲۶ جلد۲) واما المال فانه مال غدر لا حاجة لنا فیه۔ وکان المغیرة قبل اسلامه

صحب قوما فی الجاهلية من ثقيف
من بنی مالك لما خرجوا زائرين
المقوقس بمصر فاحسن اليهم وقصر
بالمغيرة فحصلت له الغيرة منهم لانه
ليس من القوم فلما كانوا بالطريق
شربوا الخمر فلما سكروا وناموا غدرهم
فقتلهم جميعا واخذ اموالهم فلما بلغ
ثقيفا فعل المغيرة تداعوا للقتال
فسعى عروة عم المغيرة حتى اخذوا
منهم دية ثلاثة عشر نفسا واصطلحوا
فهذا هو سبب قوله ای غدر ثم جاء
الى المدينة فاسلم فقال له ابوبكر ما
فعل المالكيون الذين كانوا معك
قال قتلهم وجئت باسلابهم الى رسول
الله صلى الله عليه وسلم لتخمس
اوير فيها رائه فقال النبی صلى
الله عليه وآله وسلم اما الاسلام

غدر کیا۔ ان کو قتل کر ڈالا۔ اور اُن کا
مال لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسلام
کا اظہار کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے اسلام
کو تو ہم نے قبول کیا۔ پر اس مال سے
ہم کو کچھہ تعلق وحاجت نہین ہے۔
کیونکہ یہ غدر کا مال ہے قسطلانی نے
مال غدر ہونے کی وجہ یہہ بیان
کی ہے کہ مال مشرکین (یعنے جو
لڑائی کے لایق ہون) اگرچہ تغلب و
تسلط اہل اسلام کے وقت قتال غنیمت
کہلاتا ہے (جو حلال ہے) پر امن
کی حالت مین اس مال کا ان سے
جبرا لے لینا حلال نہین ہے۔ اور
جب انسان کسی کے ساتھہ ہوکر چلتا
ہے تو اپنے ساتھی کو یہ جتاتا ہے کہ

فاقبل ای اقبله واما المال فلست منه
فی شیٔ ای لا اتعرض له لکون اخذه
غدرا لان مال المشرکین وان کانت
مغنومة عند القهر فلا یحل اخذها
عند الامن فاذا کان الانسان
مصاحباً لهم فقد امن کل واحد
منهما صاحبه فسفك الدما واخذ
الاموال عند ذلك غدرٌ والغدر
بالکفار وغیرهم محظور» انتهی مختصراً
(قسطلانی صفحہ ۳۵ جلد ۴)

مین تیرے جان و مال سے تعرض نہین
کرونگا - اور مین نے تجھے امن و
عہد دیا اس کے بعد اس کا خون بہانا
اور مال لوٹ لینا غدر ہے اور غدر
کافرون کے ساتھ کیون نہو حرام
ہے *

اس حدیث مین جب صرف ملکر راستہ
چلنے کو حکماً و معنیً امن و عہد ٹھہرایا اور
اس امن و عہد کے خلاف کو غدر قرار
دیا ہے تو عین ملک و بلاد کفار مین
جو ابتداء سے ان کے ملک ہون یا تغلب سے ان کے تسلط مین ہون امن جتا کر
رہنا اور اسمین امن و آزادی کے ساتھ عمر بسر کرنا کیونکر امن و عہد نہوگا اور اسکا
خلاف کیون غدر قرار پائے گا *

مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتائج

ان مسائل اربعہ اور ان کے دلایل کے نتائج بیان کرنے سے پہلے دو امر
واقعی نفس الامری کا بیان ضروری ہے

امر اوّل یہ کہ ملک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلط ہے۔ کوئی ذی شوکت سلطنت اس قبضہ و تسلط کی مزاحم نہین ہے۔

امر دوم یہ کہ مسلمان جو ہندوستان مین اقامت گزین ہین تین قسم مین منقسم ہین *

قسم اوّل اسلامی ریاستون کے رئیس با اختیار (جیسے رئیس ٹونک۔ رئیس رامپور۔ رئیسہ بھوپال۔ رئیس حیدرآباد۔ وغیرہ)

دوم اُن رئیسون کی ماتحت رعایا۔

قسم سوم خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہین۔ ان تینون اقسام سے ہر ایک قسم کا برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ و لڑائی کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اول نے تو گورنمنٹ سے صریح لفظی اور حقیقی عہد لکھدیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے کبھی مخالفت نکرین گے اور ہمیشہ اس کے مددگار رہین گے اور ایسا ہی اس وقت تک وہ کرتے رہے ہین قسم دوم کا عہد ان کے رئیسون کے عہد مین داخل و شامل ہے یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس مین یہہ ارشاد ہے کہ بہی مسلمانون کا ذمہ ایک ہوتا ہے ادنے شخص کسی سے عہد کر لے اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اور ونکو اس عہد کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے

باب ذمة المسلمين وجوارهم واحدة يسعى بها ادناهم الخ (صحیح بخاری ۴۵۰)

پس جو جانے کہ اعلیٰ طبقہ قوم کے رئیسون اور سردارون نے کسی کو عہد و امن دیدیا ہو قسم ثالث سے **بعض اشخاص** کا توصریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے یہ وہ لوگ ہین جو تحریراً و تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہین اور ان کی خدمت و معاونت مین سرگرم ہین ان ہی لوگون مین **پنجاب کے اہلحدیث** داخل ہین۔ جنہون سر ہنری دیوس صاحب بہادر کے عہد لفٹنٹ گورنری مین بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا جبیر ۱۸۶۶ع مین پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکلر بھی ان کی تصدیق و تائید مین مشتہر ہوا تھا۔ اور **باقی تمام** مسلمانون کا جنہون نے کبھی کچھ قلم یا موہنہ سے عہد نہین کیا معنوی و حکمی عہد ہو چکا ہے اس عہد (حکمی و معنوی) سے کوئی شخص سکان ہندوستان سے خالی نہین ہے۔ کیونکہ وہ سالہا سال سے امن چاکر گورنمنٹ کی رعایا کہلا کر امن و آزادی سے زیر حکومت گورنمنٹ اوقات بسر کر رہے ہین نہ بر بلا مقابلہ و مخالفت کے وہ مدعی ہین اور نہ جاسوس بنکر دار الحرب کے رہنے والون کی طرح خفیہ سکونت رکھتے ہین۔ بلکہ مغیرہ بن شعبہ سے (جسکا حال بصفحہ (۴۴) بیان ہوا ہے) بڑھکر اپنی زبان حال سے عہد و امن کا اظہار کر رہی ہین۔ امور واقعیہ کا بیان تمام ہوا۔ اب اصل نتایج کو بیان کیا جاتا ہے۔

ان مسایل (نمبر ۴ و ۵ و ۶ و ۷) سے اور ان کے دلایل سے بلحاظ ان دو امور واقعیہ کے صاف اور یقینی طور پر **ایک نتیجہ** پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانان ہندوستان کے

تینون قسم کا (جب تک کہ وہ اپنے عہدون پر (لفظی وحقیقی ہون خواہ معنوی و حکمی اصلی ہون خواہ ضمنی) قایم رہین اور اس گورمنٹ کے ماتحت رہین - اور ان عہدون کو علانیہ طور پر اٹہا کر یا حکومت گورنمنٹ سے باہر جاکر اپنے ارادہ مخالفت سے برملا گورنمنٹ کو اطلاع نہ دین) اس گورمنٹ سے لڑنا یا اُن سے لڑنے والون کی (ان کے بہائی مسلمان کیون نہون) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے ۔

اس نتیجہ کو ناواقف اہل اسلام ملاحظہ فرما کر پیش نظر رکھین اور صرف کفر کی نظر سے ہر ایک مخالف مذہب سے جنگ ومقابلہ کرنے کو شرعی جہاد نہ سمجھ لیا کرین - عہد وامن والون سے لڑنا ہرگز شرعی جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) نہین ہو سکتا ہے بلکہ عناد وفساد کہلاتا ہے مفسدہ ۱۸۵۷ء مین جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد وباغی بدکردار تھے - اکثر ان مین عوام کالانعام تھے بعض جو خواص وعلماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن وحدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم وبے سمجھ - باخبر وسمجھ دار علماء ہمین ہرگز شریک نہین ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہون نے خوشی سے دستخط کئے - اسکی تفصیل ہم اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۹ مین کر چکے ہین - یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمعیل دھلوی جو حدیث وقرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان مین

انگریزون سے (جنکے امن وعہد مین رہتے تھے) نہین لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستون سے لڑے ہین۔ اس ملک سے باہر ہوکر قوم سکھون سے (جو مسلمانون کے مذہب مین دست اندازی کرتے تھے کیکو اونچے اذان نہین کہنے دیتے تھے) لڑے۔ اسکی تفصیل بھی انرایبل سید احمد خان صاحب سی۔ ایس۔ آئی کے رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر سے اشاعۃ السنۃ نمبر (۱۰) جلد (۸) مین گذر چکی ہے۔

دوسرا نتیجہ ان مسایل اور ان کے دلایل سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعد علم ان مسایل کے کہ "مذہب اسلام مین اہل حرب کفار سے بھی دوستی وعہد جایز ہے اور عہد والون سے لڑنا حرام ہے اور جس ملک پر کفار متسلط ہوجائین اسکے وہ مالک ہوجاتے ہین اور کافرون کے ملک مین بامن رہکر یا امن جتاکر ان سے لڑنا اور غدر کرنا حرام ہے" بعض خیرخواہان گورنمنٹ کا مسلمانون پر یہ گمان کہ وہ جب کبھی قابو پائینگے گورنمنٹ پر تلوار چلائینگے اور جو ان مین مذہب کے پکے اور دعوے اسلام مین سچے ہین وہ اس کام مین سب سے پیش قدم نکلینگے محض بہتان ہے۔ اس گمان کے مرتکب مدعیان خیرخواہی سلطنت ان مسایل سے ناواقفی کے سبب یہ گمان رکھتے ہین تو اب وہ ان مسایل کو پڑھکر اس بدگمانی سے باز آئین۔ اگر وہ دیدہ و دانستہ ان پر یہ تہمت لگاتے ہین تو اس مین وہ اسقدر غور کرین کہ اس بدگمانی مین نہ صرف رعایا اہل اسلام کا ضرر ہے۔ بلکہ اسکا اثر وضرر سلطنت کو بھی پہنچتا ہے۔ سلطنت کو رعایا سے

بدگمانی رہیگی تو وہ کب محل اعتماد اور مورد خاص عنایت سلطنت ہون گے۔
اور کیونکر کشادہ دلی اور جوش سے اپنا فرض اطاعت و اعانت سلطنت کو اداکرینگے
اور سلطنت کے پاؤن بھی بے خدشہ و بے کھٹک کب جمین گے۔ کیا اچھا کہا گیا
ہے ؂

رعیت چو بیخ ست سلطان درخت درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

ایسا ہی ایک اور شعر ہے ؂

مراعات دہقان کن از بہر خویش که مزدور خوشدل کند کار بیش

خیر خواہان ملک و سلطنت اب بھی اس بدگمانی کو دماغ سے نکال ڈالین۔ اور رعایا و
سلطنت کو باہم شیر و شکر ہو کر ملک مین امن قایم کرنے دین ؛

مسئلہ ہشتم و نہم و دہم

(۸) کافر مسلمانون کے مذہب مین مزاحم بھی ہون۔ اور ان کا ملک دارالحرب
بھی ہو۔ اور ان سے کسی مسلمان رئیس یا رعایا کی دوستی و عہد بھی نہو۔ اور
ان کے ملک و امن مین مسلمان رہتے نہ ہون۔ تو ان شرطون اور صورتون
مین بھی اُن سے جہاد تب ہی واجب و جایز ہے۔ کہ مسلمانون مین ایسی جمعیت
حاصل و جماعت موجود ہو جسمین انکو کسر شوکت اسلام کا خوف نہو۔ فتح و غلبہ
اسلام کا ظن غالب ہو ؛

(۹) ان ہی شرطون اور صورتون مین ایک بڑی بھاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانون مین امام وخلیفہ وقت موجود ہو *

(۱۰) مسلمانون پر ایسی بھی مجبوری کی حالت جایز اور ممکن الوقوع ہے کہ نہ انکی کوئی جماعت ہو نہ ان کا کوئی امام ومعہذا وہ گناہگار نہون - اور تارک فرض قرار نہ پائین شرط جمعیت قابل طمانیت پر دلیل خدا تعالی کا یہ قول ہے کہ "خدا تعالی نے ایک کا ہزار سے مقابلہ کرنا تمکو معاف کر دیا ہے - اب اگر تم مین ایک سو صابر اشخاص ہون تو وہ دو سو کفار سے غالب آسکتے ہین" یعنے ایک سو دو سو کا مقابلہ کرے - اور یہ قول خداوندی کہ "لڑنے والون کے لئے جہانتک طاقت رکھو تیر اندازی اور گھوڑے بہم پہنچاؤ جس سے تم اپنے اور خدا کے دشمن کو ڈراؤ" *

الآن خفف الله عنكم وعلم ان فيكم ضعفا فان يكن منكم مائة صابرة يغلبوا مائتين وان يكن منكم الف يغلبوا الفين باذن الله والله مع الصابرين (انفال ع۹)

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم (انفال ع۹)

فتاوی عالمگیری مین جو حنفی مذہب مین ایک مشہور ومعتبر فتاوی ہے لکھا ہے جواز عہد کے لئے دو شرطین ہین ایک یہہ کہ دشمن اطاعت قبول نکرے - اور وہ مسلمانون کے عہد وامان مین بھی نہو - دوسری شرط یہ

اما شرط اباحته فشيئان احدهما امتناع العدو عن قبول ما دعي اليه

من الدین وعدم الامان والعہد بیننا وبینہم - والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاہل الاسلام باجتہادہ او باجتہاد من یعتقد فی اجتہادہ ورایہ وان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ - کذا فی محیط السرخسی (فتاوی عالمگیری)

ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ -

(بقرہ ع ۲۳)

ہے کہ مسلمانون کو اپنے غالب اور فتحیاب ہونے کی امید ہو - اور اگر مسلمانون کو اپنی قوت اور شوکت کی امید نہو تو پھر ان کو لڑنا اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا ہے (یعنی جسکی نسبت قرآن مین یہ حکم ہے کہ "اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالو" ایسا ہی سرخسی کے محیط مین ہے -

اور کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ جہاد کی شرط یہ ہے کہ جہاد کرنے والے صاحب وسعت ہون اور دشمن کے ڈیفنس (مدافعت) کی طاقت رکھین - عجز و کمزوری کے ساتھ جہاد کا

والشرط فی ذلک ان یکون القایمون بہ من اہل الغناء والدفاع لان التکلیف لا یتانی مع العجز -

(کذا فی الکفایہ والمستخلص شرح کنز)

حکم نہین ہے - ایسا ہی مستخلص شرح کنز مین ہے -

جہاد کے لئے امام کے موجود ہونے کی شرط پر یہ حدیث دلیل ہے جو بخاری و مسلم نے اپنی کتابون مین نقل کی ہے کہ امام ڈھال

عن ابی ہریرۃ عن النبی ؐ قال انما الامام جنۃ یقاتل من وراءہ ویتقی بہ (بخاری ص۴۱۵ مسلم ص۱۲۶)

ہے اسکی آڑ مین لڑین اور اسکو اپنا بچاؤ بنائین ◆

اس حدیث کی شرح مین امام **نووی** نے کہا ہے کہ امام مسلمانون کے لئے آڑ یا پردہ

انما الامام جنۃ ای کالستر لانہ یمنع العدو من اذی المسلمین ویمنع الناس بعضہم من بعض ویحمی بیضۃ الاسلام ویتقیہ الناس ویخافون سطوتہ ومعنی یقاتل من ورائہ ای یقاتل معہ الکفار والبغاۃ والخوارج وسایر اہل الفساد والظلم مطلقاً۔ (شرح مسلم ص۱۲۶)

کی مثل ہوتا ہے مسلمانون کو دشمنون کی تکلیف سے بچاتا ہے ۔ اس کی آڑ مین لڑنے کے یہ معنے ہین کہ اس کے ساتھ ہوکر کافرون سے (یعنے جو لڑنے کے لائق ہون) اور باغیون اور خارجیون وغیرہ اہل فساد وظلم سے لڑین ◆ اور ملا علی قاری نے **مرقاۃ** مین اس حدیث کی شرح مین کہا ہے ۔ کہ امام سے مراد

خلیفہ وقت ہے یا جو اسکا تجویز کیا ہوا امیر ہو وہ سپر کی مانند ہوتا ہے ۔ جس کے

انما الامام ای الخلیفۃ او امیرہ جنۃ بضم الجیم کالترس فہو تشبیہ بلیغ یقاتل بصیغۃ المجہول من وراءہ بکسر المیم ویتقی بہ بیان لکونہ جنۃ ای یکون الامیر فی الحرب قدام القوم لیستظہر

آڑ مین لڑین اور اس کو اپنا بچاؤ بناوین یہ اس کے سپر ہونے کا بیان ہے کیونکہ امام یا اس کا نائب امیر لڑائی مین قوم کے آگے ہوتا ہے ۔ لوگ اُسی کی مدد اور قوت سے لڑتے ہین

ویقاتلوا بقوتہ کالترس للمتترس والاولے ان یحمل علی جمیع الاحوال لان الامام یکون ملجاءً للمسلمین فی حوائجھم دائماً (مرقاۃ ملا علی قاری)	اور اگر اسکو ہر حال مین (لڑائی ہو یا نہو) سپر کہین تو بہتر ہے کیونکہ امام مسلمانون کا ان کے سب کامون مین جائے پناہ ہوتا ہے ۔

ایسا ہی شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین کہا ہے اور مولوی محمد اسمعیل مرحوم دہلوی نے (جو گروہ اہلحدیث کے ایک ہادی ممبر تھے) رسالہ منصب امامت مین احکام خلیفہ راشد کے بیان مین کہا ہے وازانجملہ توقف عبادات شرعیہ بر موافقت امر او یعنے چنانکہ عبادات دینیہ وطاعات شرعیہ اگر مطابق سنت نبویہ باشد مقبول است والامردود ہمچنان صحت جمعہ واعیاد وجہاد وحدود وتعزیرات ہمہ متوقف است برامر امام قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما الامام جنۃ یقاتل من وراءہ ویتقی بہ اور اس مسئلہ کی تائید ان عبارات مین بھی موجود ہے جو سوال آیندہ کے جواب مین منقول ہونگی جن مین صاف تصریح ہے کہ جہاد کرنا امام ہی کا کام ہے ۔

یہان یہ **سوال** پیدا ہوتا ہے کہ امام جس کو اس حدیث مین جہاد کے لئے شرط ٹہرایا گیا ہے کسکو کہتے ہین اور اس مین کن کن اوصاف وشرائط کا پایا جانا اسلام واہل اسلام نے ضروری قرار دیا ہے - اور ان شروط واوصاف کا امام اس زمانہ مین کسی حصہ زمین مین موجود ہے یا نہین ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی کتابون مین امامت کے دو قسم بیان ہوئے ہین ایک چھوٹی امامت جو نماز کے پیش امام مین پائی جاتی ہے دوسری بڑی امامت جو خلیفہ وقت اور امام زمانہ مین پائی جاتی ہے۔ اس حدیث مین وہی امام مراد ہے جسمین امامت قسم دوم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس حدیث مین لڑائی کے آگے ہونا اور مسلمانون کو ان کے دشمنون سے بچانا امام کا کام بیان کیا گیا ہے۔ جو امام قسم اول کا کام نہین ہے۔ اس امام قسم ثانی کے لئے کتب فقہ و عقاید مین بہت سی شرطین بیان ہوئی ہین جو ایک مدت سے یک قلم مفقود ہین۔ درمختار مین ہے۔ "امامت دو قسم ہے چھوٹی اور بڑی۔ بڑی امامت لوگون پر عام تصرف و اختیار کے استحقاق کا نام ہے جسکی تحقیق علم کلام مین ہے۔ ایسے امام کے لئے یہ شروط ہین کہ وہ مسلمان ہو۔ غلام نہو۔ مرد ہو۔ عورت یا بچہ نہو عقلمند صاحب قدرت ہو اور قریشی ہو۔ یہ شرط نہین کہ وہ خاص کر ہاشمی یا علوی ہو اور معصوم ہو۔ چھوٹی امامت اس تعلق کا نام ہے جو نماز کی

باب الامامة هي صغرى وكبرى فالكبرى استحقاق تصرف عام على الانام وتحقيقه في علم الكلام ونصبه اهم الواجبات فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات ويشترط كونه مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشياً لا هاشمياً علوياً معصوماً ×× والصغرى ربط صلوة المؤتم بالامام (درمختار مـ)

پیش امام کو مقتدیون سے ہوتا ہے ۔

ملاعلی قاری کی شرح فقہ اکبر مین ہے ۔ مسلمانون کے لئے ایسے امام کا ہونا

ان المسلمین لابد لهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق واقامة الجمع والاعیاد وتزویج الصغار والصغائر الذین لا اولیاء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلک من الواجبات الشرعیة التی لا یتولاها احاد الامة × × ثم یشترط للامام ان یکون قرشیا لقوله علیه السلام الایمة قریش وهو حدیث مشهور ولیس المراد به الامامة فی الصلوة اتفاقا فتعینت الامامة الکبری خلافا للخوارج × × × ولا یشترط ان یکون

ضروری ہے جو ان مین احکام اور حدود شرعی کو جاری کرے اور انکی سرحدون کو محفوظ رکھے ۔ اور انکے لشکر تیار کرے اور ان سے زکوۃ وغیرہ صدقات وصول کرے ۔ اور ان پر غلبہ پانے والون اور چورون اور رہزنون کو مغلوب کرے اور ایسے ہی اور امور جنکو عام لوگ نہین کر سکتے ۔ × × × پھر امام کے لئے یہہ شرط ہے کہ وہ قریش ہو کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی آیمہ قریش سے ہون یہ حدیث مشہور ہے ۔ اور اسمین نماز کا پیش امام بالاتفاق مراد نہین ہے ۔ لہذا اسمین خلیفہ وقت کا مراد ہونا تعین

الامام هاشمیاً او علویاً او معصوماً	و مسلم ہوا - اسکا ہاشمی یا علوی یا معصوم
× × × ویشترط ان یکون من	ہونا شرط نہین - اور اس مین یہ شرط ہے
اهل الولایة المطلقة الکاملة بان	کہ وہ عام اور کامل اختیارات کے لائق
یکون مسلماً حراً ذکراً عاقلاً	ہو یعنے مسلمان ہو - غلام نہو - مرد
بالغاً سائساً بقوة رایه ورویته بالیقدة	ہو - بچہ یا عورت نہو - صاحب سیاست
ومعونة بأسه وشوکته قادراً بعلمه	وتدبیر وفکر وشوکت وقدرت ہو - اپنی
وعدالته وکفایته وشجاعته علی	علم وشجاعت عدالت سے احکام
تنفیذ الاحکام وحفظ حدود الاسلام	جاری کرنے اور حدود اسلام کے
وانصاف المظلوم من الظالم عند حدوث	محفوظ رکھنے اور ظالم سے مظلوم کا
المظالم -	حق دلانے پر قادر ہو +
(شرح فقه اکبر ص ۱۱۶ و ۱۱۷)	اور شرح مواقف مین ہے جمہور

علماء اسپر ہین کہ امامت کا مستحق وہ شخص ہے جسمین شروط ذیل پائی جاوین

المقصد الثانی فی شروط الامامة الجمهور	اوّل یہ کہ وہ مسایل اصول و فروع
علی ان اهل الامامة ومستحقها من	مین خود مجتہد ہو جس سے وہ امور
هو مجتهد فی الاصول والفروع لیقوم	دین کو قایم رکھے اور دینی عقاید پر
بامور الدین متمکناً من اقامة الحجج	دلایل قایم کرسکے اور شبہات جو نوگونکو
وحل الشبهة فی العقاید الدینیة	عقاید اسلام مین پیدا ہون دور

مستقلا بالفتوی فی النوازل والاحکام
والوقایع نصًّا واستنباطًا لان اهم
مقاصد الامامة حفظ العقاید
وفصل الحکومات ورفع المحاکمات
ولن یتم بدون هذا الشرط ذو رائ
وبصارة بتدبیر الحرب والسلم
وترتیب الجیوش وحفظ الثغور
لیقوم بامور الملك شجاع قوی
القلب لیقوی علی الذب علی الحوزة
والحفظ لبیضة الاسلام بالثبات
فی المعارك کما روی انه علیه الصلوٰة
والسلام وقف بعد انهزام المسلمین
فی الصف قائلا انا النبی لا کذب ٭
انا ابن عبد المطلب ٭ ولا سهولة ایضًا
فی اقامة الحدود وضرب الرقاب و
قیل لا یشترط فی الامامة هذه الثلاث
لانها لا توجد الصفات الآن مجتمعة

کر سکے - اپنے آپ احکام وحوادث
مین فتوی دے - نص قرآن وحدیث
سے خواہ اپنے اجتہاد واستنباط سے
کیونکہ عقاید اسلام کی محافظت اور
فصل خصومات وانفصال مقدمات امام
کے فرائض سے اہم (زیادہ تر مقصود)
فرض ہے جو بلا وجود شرط اجتہاد پورا
نہین ہوسکتا - **دوسری** شرط یہہ کہ
وہ ملکی و پولیٹیکل معاملات مین صاحب
رائے ہو اور لڑائی وصلح وآراستگی
لشکر ومحافظت حدود کی تدبیرون
سے واقف ہو جس سے وہ ملکی انتظام
کر سکے **تیسری** شرط یہ ہے کہ وہ دل کا
بہادر ہو جس سے وہ ممالک اسلام سے
دشمن کو ہٹا سکے اور جماعت اسلام کی اپنی
ثابت قدمی سے حفاظت کرے جیسا کہ
آنحضرت صلعم سے منقول ہے کہ میدان

واذا لم يوجد كذلك فاما ان يجب نصب فاقدها فيكون اشتراطها عبثا لتحقق الامامة بدونها او يجب نصب واجدها فيكون تكليفا بما لا يطاق × نعم يجب ان يكون عدلا فی الظاهر لئلا يجور فان الفاسق ربما يصرف الاموال فی اغراض نفسه فيضيع الحقوق عاقلا ليصلح للتصرفات الشرعية والملكية بالغا لقصور عقل الصبی ذكرا اذ النساء ناقصات العقل والدين حرا لئلا يشغله خدمة السيد عن وظائف الامامة ولئلا يحتقر فيعصی فان الاحرار يستهزؤن العبيد ويستنكفون عن طاعتها فهذه الصفات الثمانی او الخمس شروط معتبرة فی الامامة بالاجماع وفيه اشارة الی ان القول لعدم اشتراط الثلث الاول مما لا يلتفت اليه۔

جنگ سے لوگون کے بھاگ جانے کے بعد آپ تنہا کھڑے رہے اور یہہ فخریہ اور بہادرانہ کلمات فرماتے تھے "مین نبی ہون اسمین جھوٹ نہین ہے" - مین عبد المطلب کا بیٹا ہون" اور نیز شرعی حدود (سزاؤن) کا قایم کرنا اور قصاص ومقابلہ مین مجرمون اور ظالمون کی گردن مارنا کوئی ہلکا کام نہین جسکو بزدل کر سکے - بعض علماء کا یہ قول ہے کہ امام مین ان تین شرائط کا وجود ضروری نہین کیونکہ یہ صفات اسوقت اکٹھی کسی شخص مین پائی نہین جاتین پھر اگر ان شرائط سے معرا امام کا مقرر کرنا واجب ٹہرایا جائے تو ان شروط کا اعتبار عبث ہوتا ہے اور اگر ان شرائط کا جامع امام کا مقرر کرنا واجب ٹہرایا جائے تو یہہ ایک ایسے امر کو واجب ٹہراتا ہے

وهنا صفات اخرى فی اشتراطها
خلاف الاول ان یکون قریشیا اشترطه
الاشاعرة والجبائیان ومنعه الخوارج
وبعض المعتزلة لنا قوله علیه السلام
الایمة من قریش ثم ان الصحابة
عملوا بمضمون هذا الحدیث فان ابابکر
استدل به یوم السقیفة علی الانصار
حین نازعوا فی الامامة بمحضر من
الصحابة فقبلوه واجمعوا علیه
فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین
باشتراط القریشیة احتج المانعون
من اشتراطها بقوله علیه السلام السمع
والطاعة ولو عبدا حبشیا فانه یدل
علی ان الامام قد لا یکون قریشیا ۔
قلنا ذلک الحدیث فیمن امره الامام
ای جعله امیرا علی سریة او علی غیرها
کناحیة ویجب حمله علی هذا دفعا للتعارض

جو طاقت سے باہر ہے ۔ ہان بجاۓ
ان شرائط کے شرائط ذیل کا اعتبار ضرور
ہے (۱) جب ظاہر عادل ہو کیونکہ
فاسق (ظالم) لوگون کے مال اغراض
فاسدہ مین صرف کرتا ہے اور حقوق کو
تلف کرتا ہے (۲) وہ عاقل ہو جو
شرعی اور ملکی تصرفات کی لیاقت رکھے
(۳) وہ حد بلوغت کو پہنچا ہو کیونکہ لڑکے
کی عقل ناقص ہوتی ہے (۴) وہ عورت
نہو کیونکہ عورتین عموماً ناقص العقل ہوتی
ہین (۵) وہ آزاد ہو ۔ کیونکہ غلام
اپنے مالک کی خدمت سے فارغ نہین
ہوتا تو وہ خلافت کا کام کیونکر کرے گا
یہ صفتین (پہلی تین ملاکر) آٹھ یا
صرف آخری پانچ بالاتفاق امامت
کی شرائط مین ۔ مصنف کے اس
قول مین یہ اشارہ ہے کہ پہلی تین کو

بينه وبين الاجماع او نقول هو مبالغة
على سبيل الفرض ويدل عليه انه
لا يجوز كون الامام عبدا اجماعا الثانية
من تلك الصفات ان يكون هاشميا
شرط الشيعة - الثالثة ان يكون
عالما بجميع مسايل الدين اصولها و
فروعها بالفعل لا بالقوة وقد شرطه
الامامية الرابعة ظهور المعجزة اذ به
يعلم صدقه في دعوى الامامة و
العصمة وبه قال الغلاة ويبطل هذه
الثلثة واشتراطها في الامامة
انا ندل عنقريب على خلافة ابي بكر
رضي الله عنه وكونه اماما حقا و
لا يجب شي مما ذكر من تلك الاوصاف
فان كونه هاشميا ممتنع والاخيران لا
يجبان له اجماعا الخامسة ان يكون
معصوما شرطه الامامية والاسمعيلية

شرط نہ ٹھرانا لائق التفات نہین ہے -
خلافت مین بعض **صفات** ایسی ہین
جنکے شرط ہونے مین بعض لوگون کو
اختلاف ہے پہلی شرط خلیفہ کا
قریشی ہونا اشاعرہ اسکو شرط ٹھراتے
ہین - خارجی اور بعض معتزلی اس سے
انکاری ہین - ہماری دلیل شرط ہونے پر
آنحضرتؐ کا یہ قول ہے کہ امام قریش سے
ہونے چاہئین - پھر اس قول آنحضرتؐ
پر آنحضرت کے اصحاب نے عمل کیا ہے
جبکہ سقیفہ کے دن انصار نے امامت
مین جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابوبکر نے اس
قول سے تمسک کیا جسکو سب نے تسلیم
کرلیا اور اسپر اتفاق کیا یہہ اتفاق
اثبات پر یقینی دلیل ہے کہ قریشی ہونا
شرط خلافت ہے جو لوگ اس شرط کو نہین
مانتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ آنحضرتؐ

ویبطلہ ان ابابکرؓ لا یجب عصمتہ اتفاقاً مع ثبوت امامتہ۔ (شرح مواقف صفحہ ۷۳۲)	نے حکم دیا ہے کہ امیر یا حاکم کا حکم مانو اگرچہ وہ حبشی غلام ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی امام قریشی نہین بھی ہوتا

اسکے جواب مین ہم کہتے ہین یہ حدیث اس حاکم یا امیر کی نسبت ہے جسکو قریشی امام وقت نے کسی لشکر یا کسی جگہ کا امیر بنا دیا ہو اس حدیث کے یہی معنے کرنا چاہیے تاکہ اس حدیث مین اور اُن احادیث مین جو قریش کو امامت کے لئے مخصوص کرتے ہین تعارض نہو یا یون کہین کہ یہ فرضی طور پر مبالغۃً کیا گیا ہے اسلئے کہ حقیقتہً غلام بالاتفاق امام نہین ہو سکتا **دوسری** شرط اختلافی امام کا ہاشمی ہونا ہے اسکو شیعہ شرط ٹہراتے ہین **تیسری** شرط یہ ہے کہ وہ مسایل اصول و فروع کو وم نقد جانتا ہو نہ صرف ملکہ رکھتا ہو۔ امامیہ نے یہ **چوتھی** بھی شرط کی ہے کہ امام صاحب معجزہ ہو جس سے اسکے دعوی کی تصدیق ہو۔ ان شروط کے ناجایز ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم عنقریب صدیق اکبر کی خلافت بدلایل ثابت کرین گے جنمین یہہ شرطین پائی نہین گئین **پانچوین** شرط یہہ ہے کہ امام معصوم ہو یہ شرط امامیہ اور اسماعیلیہ نے لگائی ہے اور اسکا ابطال بھی اس سے ظاہر ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت بدلایل ثابت ہے اور وہ معصوم نہ تھے ؎

شرح مقاصد مین بھی ان شروط و صفات امامت کو تسلیم کیا ہے اور اسپر

فان قيل لو وجب نصب الامام لزم انطباق الامة فى اكثر الاعصار على ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما يجب من الصفات سيما بعد انقضاء الدولة العباسية * * * واللازم منتف لان ترك الواجب معصية وضلالة والامة لا تجتمع على الضلالة قلنا انما يلزم الضلالة لو تركوه عن قدرة واختيار لا عجز واضطرار (شرح مقاصد)

یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ ایسی صفات کا امام تو ایک مدت سے (جب سے کہ خلفاء عباسیہ کی خلافت تمام ہوئی ہے) مفقود ہو چکا ہے پھر اگر ایسے امام کا مقرر کرنا مسلمانون پر واجب ہے تو امت محمدیہ کا تارک واجب اور گناہگار ہونا لازم آیا۔ پھر اسکا یہہ جواب دیا ہے کہ امتہ کا گناہگار یا تارک واجب ہونا تب لازم آتا جبکہ وہ قدرت واختیار کے ساتھ امام مقرر نکرتے جب وہ ایسے امام کے مقرر کرنے سے عاجز و ناچار ہین تو وہ تارک واجب وگناہگار کیونکر ہو سکتے ہین +

اس زمانہ مین ایک عالم اہلحدیث ابو حفص محمد بن ابی احمد المدنی الحسینی نے ایک کتاب موسوم بحسن المساعی الی نصح الرعیۃ والراعی احکام امام ورعیت مین تالیف کی ہے جو ١٣٠٣ھ مطابق ١٨٨٦ع بمقام آگرہ مین طبع ہو کر شایع ہوئی ہے اسمین بھی اسی تفصیل سے شروط امامت کو بیان کیا اور دلایل قرآن حدیث سے ان کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

ایساہی اور متکلمین و محدثین متقدمین و متاخرین نے ان شروط کو بیان کیا ہے اور عقلی و نقلی دلایل سے اسکا ثبوت دیاہے - علی الخصوص قریش ہونے امام کی شرط کہ اس کی ثبوت پر کتب حدیث مین بہت زور دیا گیا ہے - لہذا ہم بھی اسکی تائید مین چند احادیث و اقوال محدثین کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین - آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ نے آپ سے نقل کیا ہے - امام[1] (خلفا) قریش سے ہونگے یا ہونے چاہئین - اور[2] آپ نے فرمایا ہے چنانچہ ابوہریرہ نے نقل کیا ہے ملک یعنی خلافت[3] چنانچہ عتبہ بن عبدان کی روایت مین آیا ہے) قریش کے لئے ہے اور[4] آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ حضرت علی مرتضی نے روایت کیا ہے) امیر قریش سے مین (یا ہونے چاہئین) نیکو کا نیکون کے لئے بدکار بدکارون کے لئے -

(5)
اور آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ ابوہریرہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ لوگ اس

(۱) الایمة من قریش (امام احمد طبرانی ابو یعلی)

(۲) الملک فی قریش (ترمذی)

(۳) الخلافة فی قریش (امام احمد)

(۴) الامراء من قریش ابرارها امراء ابرارها و فجارها امراء فجارها (البزار) (تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی شافعی)

(۵) الناس تبع لقریش فی هذا الشان مسلمهم لمسلمهم و کافرهم لکافرهم (صحیح مسلم ص۱۱۹ جلد ۲)

(۶) لایزال هذا الامر فی قریش ما بقی

من الناس اثنان - (مسلم ص۱۱۹ و
بخاری ص۱۰۰۰ واللفظ لمسلم)
(۷) ان هذا الامر فی قریش لا یعادیهم
احد الا کبه الله علی وجهه ما اقاموا
الدین (بخاری ص۱۰۰۰) -

امر (خلافت) مین قریش کے تابع ہین -
مسلمان مسلمانون کے کافر کافرون کے
(۶)
اور آپ نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ
بن عمر نے نقل کیا ہے یہ امر (خلافت)
ہمیشہ قریش کے لئے رہے گا (یعنے)
وہی اسکے مستحق ہون گے جبتک کہ دو آدمی بھی دنیا مین رہین +

(۷)
اور آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ امیر معاویہ نے آپ سے نقل کیا ہے) یہہ امر
(خلافت) قریش مین رہے گا - جو کوئی ان سے دشمنی (یا مقابلہ) کریگا خدا اسکو
موںہہ کے بل ڈالے گا جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھین گے -

صحیح مسلم کی شرح مین امام نووی نے فرمایا ہے یہہ حدیثین اور جو انکی
مثل ہین اسبات پر دلیل ہے کہ خلافت قریش سے مخصوص ہے بجز قریش
کسی کے لئے عقد خلافت جائز نہین ہے اسپر صحابہ کے زمانہ مین اور ان کے

هذه الاحادیث واشباهها دلیل ظاهر
ان الخلافة مختصة بقریش لا یجوز
عقدها لاحد من غیرهم وعلی هذا
انعقد الاجماع فی زمن الصحابة و
وکذلک بعدهم ومن خالف فیه من

بعد اجماع ہو چکا ہے اور جنہی اہل بدعت
(خوارج و معتزلہ) سے اسمین اختلاف
کیا ہے وہ باجماع صحابہ و تابعین
احادیث صحیحہ سے مغلوب ہے قاضی
عیاض نے فرمایا ہے کہ امام کے قریشی

اهل البدع او عرض بخلاف من غيرهم
فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعين
فمن بعدهم بالاحاديث الصحيحة
قال القاضي اشتراط كونه قرشيا هو
مذهب العلماء كافة قال وقد احتج به
ابوبكر وعمر على الانصار يوم السقيفه
فلم ينكره احد قال القاضي وقد
عدها العلماء في مسايل الاجماع ولم
ينقل عن احد من السلف فيها قول
ولا فعل يخالف ما ذكرنا وكذلك من
بعدهم في جميع الاعصار قال ولا
اعتداد بقول النظام ومن وافقه من
الخوارج واهل البدع انه يجوز كونه من
غير قريش ولا بسخافة ضرار بن عمرو
في قوله ان غير القرشي من النبط وغيرهم
يقدم على القرشي لهوان خلعه ان
عرض منه امر وهذا الذي قاله من

ہونے کی شرط تمام علمار کا مذہب ہے
اس سے ابوبکر صدیق نے سقیفہ کے
دن استدلال کیا تو کسی نے اسکو رد
نہین کیا قاضی عیاض نے فرمایا ہے
کہ اس مسئلہ کو علمار نے اجماعی مسایل
سے شمار کیا ہے اور سلف و خلف سے
اسکا مخالف کوئی قول یا فعل منقول
نہین ہوا - اور فرمایا ہے کہ نظام
(معتزلی) اور اسکے ہم مذہب خارجیون
اور بدعتیون کے اس قول کا "غیر قریش
بھی امام ہو سکتا ہے" کچھ اعتبار نہین
ہے - اور نہ ضرار بن عمرو کی اس حماقت کا
اعتبار ہے جو اسکے اس قول مین پائی
جاتی ہے کہ غیر قریش (نبطی وغیرہ)
امام ہو تو وہ قریش سے مقدم ہے -
کیونکہ اسکو خلافت سے برطرف کرنا
آسان ہوتا ہے جب اس سے کوئی ام

باطل القول وزخرفہ مع ما ھو علیہ من مخالفۃ اجماع المسلمین - واللہ اعلم (شرح مسلم نووی صفحہ ۱۱۹ جلد ۲)	موجب بر طرفی سرزد ہو اسکا یہہ قول باطل ہے اور طمع اور تمام سلمانون کے برخلاف ہے"-

عمدۃ القاری اور **فتح الباری** شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ امام قرطبیؒ

قال القرطبی ھذا الحدیث خبر عن المشروعیۃ ای لا ینعقد الامامۃ الکبری الا لقریش مہما وجد منہم احدٌ فکانہ جنح الی انہ خبر بمعنے الامر (عینی و فتح الباری)	فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہہ قول کہ خلافت قریش مین رہیگی خلافت کے حکم شرعی کا بیان ہے کہ بجز قریش خلافت کسی کے لئے صحیح نہوگی جب تک کہ کوئی ایک ان مین سے موجود رہے گا-

ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خبر کے معنے امر ہونے کیطرف مایل ہوئے ہین"+

اس **تفصیل** سے ناظرین کو بخوبی **معلوم ہوگا** کہ امام جسکو اس حدیث مین شرط جہاد یا سپر ٹہرایا گیا ہے **کسکو کہتے** ہین اور اس مین کن کن شرایط و اوصاف کا ہونا ضروری ہے - اور اسکے ساتھ ہی یہہ بھی معلوم ہوگا کہ ایسا امام آجکل گویا ایک مدت سے روی زمین سے مفقود ہے اور آیندہ بھی بنظر ظاہر اسباب و حالات اسکا موجود ہونا مشکل نظر آتا ہے گو خداوند کریم کی قدرت مین سب کچھ ہے -

مسلمانون کے بحالت ناچاری بلا امام رہنے اور معہذا گناہ گار یا ناقص الایمان نہونے پر دلیل یہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی کتاب مین اس عنوان کہ "جب مسلمانون کی کوئی جماعت نہ ہے" کے باب مین حذیفہ سے نقل کی ہے کہ انہون نے فرمایا۔ لوگ آنحضرت صلعم سے بھلائی کا

باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة۔ حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا الولید بن مسلم قال حدثنا ابن جابر قال حدثنی بسر بن عبد الله الحضرمی انه سمع حذیفة بن الیمان یقول کان الناس یسئلون رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم عن الخیر وکنت اسئله عن الشر مخافة ان یدرکنی فقلت یا رسول الله صلعم انا کنا فی جاهلیة وشر فجاءنا الله بهذا الخیر فهل بعد هذا الخیر من شر قال نعم قلت وهل بعد ذالك الشر من خیر قال نعم وفیه دخن قلت وما دخنه

حال پوچھتے تھے مین آپ سے برائی کا حال پوچھتا رہتا اس ڈر کے مارے کہ وہ برائی مجھے نہ آلگے مینے پوچھا یا رسول اللہ ہم ایک زمانہ جاہلیت (کفر) اور برائی مین تھے۔ پھر خدا تعالے یہہ خیر (اسلام) لایا اس خیر کے بعد بھی برائی آنے والی ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان۔ مینے عرض کیا اس برائی کے بعد بھی خیر آئیگی آپ نے فرمایا ہان پر اسمین دہند لاپن ہوگا۔ مینے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایسی قوم پیدا ہوگی جو میری راہ کے بغیر اور راہ چلیگی۔ ان مین تم

قال قوم یہدون بغیر ہدیي تعرف
منہم وتنکر قال قلت فہل بعد ذلک
الخیر من شر قال نعم دعاة علی
ابواب جہنم من اجابہم الیہا قذفوه
فیہا قلت یا رسول اللہ صفہم لنا قال
ہم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا
قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذلک قال
تلزم جماعة المسلمین وامامہم قلت فان
لم یکن لہم جماعة ولا امام قال فاعتزل
تلک الفرق کلہا ولو ان تعض باصل
شجرة حتی یدرکک الموت وانت
علی ذلک ۔ (صحیح بخاری ص۱۰۰۹
صحیح مسلم ص۱۲۷ جلد۲ وغیره)

اچھی باتین بھی پاؤگے بُری بھی یعنی
عرض کیا اس خیر کے بعد بھی برائی
ہوگی آپ نے فرمایا ہان دوزخ کے
دروازہ پر بلانے والے لوگ ہونگے
جنے ان کا کہنا مانا اسکو وہ جہنم مین
پھینک دینگے ۔ مینے عرض کیا یارسول
اللہ آپ ان کا کچھ حال بیان فرماوین
آپ نے فرمایا وہ ہم مین سے ہونگے
اور ہماری ہی بولی بولین گے (یعنے
کلمۃ الاسلام کہین گے) مینے عرض
کیا یارسول اللہ آپ کیا حکم دیتے ہین
اگر مجھ پر وہ دن آئے آپ نے فرمایا
تم مسلمانون کی جماعت اور امام کی ساتھ
ہو جاؤ ۔ مینے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی جماعت اور امام نہو تو آپ نے
فرمایا کہ پھر سب فرقون سے کنارہ ہو جائیو اگرچہ درخت کی جڑ دانت سے
کاٹنے (یعنے کھانے کے لئے بجز درخت کچھ نہ ملے) اسی پر رہیو یہانتک کہ
تجھے موت آپہنچے +

مسئلہ ہفتم و نہم و دہم کے نتائج

(۱) اکثر اوقات جو بعض ناواقف مسلمان بلاجمیعت و سامان سو پچاس بلکہ دس بیس بلکہ دو چار آدمی ملکر اپنے سے دہ چند مخالفین مذہب پر حملہ کرتے ہین - اور اپنی کمی اور بے سامانی کے سبب شکست کھاکر پسپا ہوتے ہین اور بعض اسی مین مارے جاتے ہین ان کا یہ فعل جہاد نہین ہے سراسر فساد ہے خواہ اس ہین باقی شروط جہاد موجود بھی ہون اور کوئی مانع منجملہ موانع مذکورہ سابق متحقق نہو*

بعض سرحدی نادان ناواقف از احکام اسلام و قرآن تن تنہا ایک سیر آٹا یا ستو باندھ کر غازی یا شہید ہونے کی نیت سے چل پڑتے ہین اور کسی کیمپ یا چھاونی انگریزی مین پہنچکر کسی افسر یا فوجی ملازم کو مار ڈالتے ہین پھر اسکی سزا مین پھانسی پاتے ہین یہ اور بھی فساد و بغاوت اور عناد ہے - ایسی صورتون سے اپنی جان کو ہلاک کرنا حرام موت مرنا ہے - اور بہشت کی خوشیون سے محروم رہنا - اور ایسے فسادون کو جہاد سمجھنا اور اسمین شہادت کی ہوس کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے -

(۲) شرعی جہاد تب ہی مفقود ہے جب سے شرعی امامت و خلافت دنیا سے مفقود ہوئی ہے - بنا٫ علیہ پچھلے سلاطین اسلام (جو قرشی نہ تھے اور نہ دوسری

شرالیط و اوصاف امامت آن مین پاے جاتے تھے) کی لڑائیون کو جو بنام نہاد جہاد انہون نے کین ہین شرعی جہاد نہین کہا جا سکتا +

یہ نتیجہ فقہاء و محدثین متقدمین ومتاخرین مین مسلّم ہے - گو اس کی دلیل انہون نے یہ بیان کی ہے کہ ان کی غرض اس جہاد سے وہ ہی تھی جو شرعی جہاد سے غرض ہے - (دیکھو تاریخ عجائب المقد - تاریخ الخلفا - رسالہ منصب امامت مولوی محمد اسمعیل مرحوم دہلوی اور بدر طالع قاضی محمد بن علی شوکانی وغیرہ تصانیف متقدمین ومتاخرین)-

ان دو نتیجون سے یہ ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہین ہے - کیونکہ اسوقت نہ کوئی مسلمانون کا امام موصوف بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت و جمیعت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفون پر فتحیاب ہونے کی امید کرسکین +

ہم جب کبھی بعض اخبارات مین یہ خبر دیکھتے ہین کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان وغیرہ بلاد اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے تو ہمکو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہین آتا - اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسوقت روے زمین پر امام کہان ہین جسکی پناہ مین اور اسکے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکین اور ایسی جمیعت و شوکت کسکو میسر ہے جس سے وہ اپنے دشمنون اور مخالفون پر

فتحیاب ہونے کی امید رکھین -

(۳) مسلمانون کی موجودہ حالت کہ انمین نہ کوئی امام ہے اور نہ جمیعتِ سامان جہاد انکو حاصل ومیسر ہے" بالکل قابل اطمینان ہے علے الخصوص حالت مسلمانان ہند (جنکو موجودہ سلطنت کے ظل حمایت مین مذہبی آزادی پوری حاصل ہے) اور بھی طمانیت بخش ہے اس حالت پر نہ مسلمانون کو اپنے دین کے نقصان یا گناہ کا خوف کرنا چاہیے اور نہ ان کے حاکم وقت برٹش گورنمنٹ کو ان کی طرف سے یہ خوف رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی اس حالت کو نقصان وگناہ کی حالت سمجھکر اس حالت کو بدلانے اور اپنے لیے کوئی امام یا سامان جہاد بہم پہنچانے مین سعی کرین گے - اور کبھی نہ کبھی گورنمنٹ کے مخالف ہوجائین گے - یہ خوف فریقین کا اسوقت بجا تھا جبکہ جہاد اسلام کا اصلی فرض ہوتا اور تقرر امام کے سوا مسلمانون کا اسلام صحیح یا کامل نہوتا ؛

اور جبکہ ان باتون کی اس رسالہ مین اول واخیری مسئلہ مین بخوبی نفی ہوچکی ہے تو اس خوف کا مسلمانون یا گورنمنٹ کو کون سا موقع ومحل ہے -

یہ مسئلہ جہاد کے متعلق اسلام واہل اسلام کے علمی خیالات ہین - رہی ان کے عملی حالات اور تاریخی واقعات کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام اور ان کے پیروان کرام کا عمل ان خیالات کے مطابق کیونکر رہا ہے - اور ان کی لڑائیون اور چڑہائیون مین ان شروط ومسایل کا تحقق کیونکر ہوا ہے اسکی تفصیل ہم اس

رسالہ کے دوسرے حصہ مین کرینگے - اگر توفیق الٰہی رفیق ہوئی +

ان مسایل عشرہ سے جو اس حصہ مین بیان ہوئی ہین ہماری وہ دو غرضین جنکو ہم شروع رسالہ مین بیان کر چکے ہین بخوبی حاصل ہونگے -

ناواقف مسلمانون کو ان مسایل کے پڑھنے سے یہ علم ہوگا کہ جہاد کی بنا صرف مذہبی مخالفت پر نہین ہے اور ہر ایک مخالف مذہب سے بلا تحقیق شروط جہاد جائز نہین - علی الخصوص ان مخالفین مذہب سے جنکے ظل حمایت مین مسلمان رہین یا ان کے ساتھ ملکر با امن عمر بسر کرین +

اور اقوام غیر کو اگر وہ اس رسالہ کو انصاف سے پڑہین یہ یقین ہوگا کہ صرف مخالفت مذہبی سے مخالفین مذہب سے لڑنا - اور انکو زبردستی مسلمان بنانا اور بزور شمشیر اسلام پھیلانا اور سلطنت مخالف مذہب کی اطاعت سے خارج ہو جانا اور سلطنت غیر مذہب کے زیر سایہ رہکر اسکی بغاوت کا خیال دلمین لانا وغیرہ وغیرہ اسلام وسچے پیروان اسلام کا کام نہین ہے -

ہم علماء مذاہب غیر سے جو اسلام کی نسبت ایسے خیالات ظاہر فرما چکے ہین بکمال ادب واخلاص درخواست کرتے ہین کہ وہ اس حصہ رسالہ کو غور وانصاف سے ملاحظہ فرماوین پھر اگر اسکو حق وراستی پر مبنی پاوین تو اسکی تصدیق و تسلیم سے ہمکو اپنا ممنون بناوین اور اگر اسمین کوئی غلطی پاوین تو ہمکو اسپر آگاہ کرین فقط

THE IQTISAD-FI-MASAIL-IL-JIHAD

OR

A TREATISE ON JIHAD,

DEDICATED

WITH PERMISSION,

To the Hon'ble Sir Charles Umpherston Aitchison,

K. C. S. I., C. I. E., LL. D.,

LIEUT.-GOVR. OF THE PUNJAB AND ITS DEPENDENCIES,

BY THE AUTHOR

MOULVI ABU SAID MOHAMED HUSAIN,

EDITOR OF THE ISHAAT-US-SUNNAH,

LAHORE.

In token of the Admiration of his Brilliant Administration of the Punjab.